وجعلها كلمة باقية في عقبه

الابقاء

برائے اشاعت و احیاء

مواعظ

حکیم الامّۃ حضرت مولینا اشرف علی صاحب تھانوی قدس سرہٗ

ناشر

احقر محمد عبد المنّان غفرلہٗ کتب خانہ اشرفیہ

متصل مولوی مسافر خانہ۔ بندر روڈ۔ کراچی

چندۂ سالانہ

پاکستان میں تین روپے ہندوستان میں تین روپے سات آنے

نمونے کے لئے چار آنے کے ٹکٹ بھیجئے

فہرست کتب خانہ اشرفیہ

مولوی مسافر خانہ بندر روڈ۔ کراچی

نام کتاب	قیمت	نام کتاب	قیمت	نام کتاب	قیمت	نام کتاب	قیمت
قرآن مجید نور الابصار		اعمال قرآنی	۱۲؍	انوار الصوم	ہمر	تعلیم الدین	ہمر
ترجمہ مولانا تھانوی مدظلہ شان		حقوق العلم	۱۲؍	انوار الحج	ہمر	جمال الاولیاء	ہمر
نزول مجلد پارچہ	ٹے	حفظ الایمان کامل	۳؍	انوار الجہاد	ہمر	اصلاح الرسوم	ہمر
مجلد کاغذ عمدہ گلیز	عمر	حزب البحر	۲؍	مسافر آخرت	۱؍	فضائل نماز	۱۲؍
قرآن مجید ہفت مہری حمر یکے		رافع الضنک فی		عقد انامل	ہمر	فضائل تبلیغ	۶؍
بچوں کیلئے نہایت عمدہ ہے		منافع البنک	۱؍	تسہیل قصد السبیل	۸؍	فضائل قرآن مجید	۱۰؍
مجلد ہے مجلد پارچہ	للعہ	رسالہ تقدیس القرآن		تبویب تربیت السالک کامل	رعہ	فضائل رمضان شریف	۸؍
قرآن مجید شش مہری صوری		المنیر تخمین التصاویر	۱؍	الرفیق فی سواء الطریق	عار	حکایات صحابہ رض	عار
تقسیم کرنیوالوں کیلئے بہت		زاد السعید	۴؍	ملفوظات حسن العزیز	عللہ	صفائی معاملات	۵؍
سستا ہے ہدیہ عا مجلد	ے	مبادی التصوف	۳؍	جزاء الاعمال	۸؍	وہابی کی پہچان	۲؍
حمائل شریف تاج کمپنی		فیوض الخالق	۴؍	تاریخ اسلام عاشقی	صر	جمال القرآن	۴؍
نمبر ۱۔ ترجمہ شاہ رفیع الدین رح		امداد الاحکام	۱۰؍	مسئلہ تقدیر یعنی اکسیر فی اثبات التقدیر	ہمر	تجوید القرآن	۴؍
کاغذ بہت عمدہ مجلد چرمی پشتہ	لعہ	المنتخب من الخطب	۶؍	حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم		فوائد مکیہ	۴؍
مجلد پارچہ	عمر	قصص الانبیاء کلاں	ہے	یعنی نشر الطیب	۲ے	تجوید القرآن	۴؍
حمائل شریف مترجم تاج کمپنی		تاریخ حبیب الٰہ صلی اللہ علیہ وسلم	۱۲؍	حقانیت اسلام		آداب المعاشرت	۵؍
۳/۵ کاغذ ولایتی مجلد پارچہ	لعہ	تعلیم الاسلام کامل	ہمر	غیروں کی زبان پر	ہمر	شوق وطن	۸؍
کاغذ ولایتی مجلد پارچہ چرمی پشتہ	عہ	کفایت المتحفظ	۱۰؍	تبلیغ دین	ہمر	حقوق اسلام	۱؍
حمائل شریف مترجم تاج کمپنی		گلزار سخن	۴؍	فلاح دین و دنیا یعنی		الاقتصاد فی التقلید	۴؍
جیبی تقطیع کاغذ ولایتی مجلد چرمی	شعہ	کنز المصلی	۳؍	حیواۃ المسلمین	ہمر	مصیبت کے بعد راحت	۶؍
کاغذ ولایتی مجلد پارچہ	ے	زوال السنۃ	۶؍	امداد الفتاح فی توضیح		فتاوی احتیاط الظہر	
قرآن مجید مترجم نمبر ۹۔۱۰ الاحمدی		اعجاز القرآن	۱۰؍	الایضاح الحق الصریح	ہمر	بعد الجمعہ	۱؍
مجلد عمدہ	عنکو	عقائد علماء دیوبند	۶؍	مسدس لطیف الی الذکر		آداب الاخبار	۲؍
حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا		گلزار سنت	۳؍	الحنیف	۸؍	شان قدرت	۱؍
والا نامہ	۴؍	رفیق سفر	۱؍	راز حیات	۱۲؍	تیسیر المبتدی	۳؍
اشرف البیان فی علوم		الحسد	۲؍	نوادر النوادر یعنی خلاصہ		مسلم کی بیداری	۳؍
الحدیث والقرآن	عہ	وعظ بے نظیر	ہمر	تصانیف حکیم الامت قدس سرہ	۱۲؍	دوازدہ اذکار	۳؍

ملنے کا پتہ:- کتب خانہ اشرفیہ مولوی مسافر خانہ بندر روڈ کراچی ۱

اپنا نام لکھنے سے کیا مقصود ہوتا ہے ؟ اگر ایک مفید مضمون دوسری عورتوں کے کان تک پہنچاتا ہے تو اُس کے لئے نام کی کیا ضرورت ہے مضمون تو بغیر نام کے بھی پہنچ سکتا ہے پھر نام کیوں لکھا جاتا ہے۔ اس کی وجہ سوا اس کے کیا ہو سکتی ہے کہ دوسروں سے تعلقات پیدا کرنے ہیں۔ سو بیبیو یاد رکھو کہ تم کو تو تعلق ایک ہی شخص سے رکھنا ہے یعنی شوہر سے تمہارا ساتھ تو تمام عمر کے لئے اُسی کے ساتھ ہے۔ اول تو مردوں کے واسطے بھی میں کہتا ہوں کہ کتاب پر نام لکھنے کی ضرورت نہیں کیونکہ مقصود خدمت خلق ہے خدمت نام سے نہیں ہوتی تو نام لکھنے میں سوائے شہرت اور نفس پرستی کے کیا ہے مگر خیر مردوں کیلئے چنداں حرج بھی نہیں بلکہ اسمیں ایک یہ مصلحت بھی ہو سکتی ہے کہ مصنف کے ثقہ یا غیر ثقہ ہونے سے کتاب کا درجہ اور اُسکی روایات کا درجہ متعین ہو جاتا ہے۔ مگر عورت کے لئے تو کسی طرح بھی نام لکھنا مناسب نہیں ہے عورت کو تو کوئی تعلق سوائے خاوند کے کسی سے بھی نہ رکھنا چاہئے اُس کا مذہب تو یہ ہونا چاہئے ؎

دلارامے کہ داری دل درو بند ‏ ‏ ‏ ‏ دگر چشم از ہمہ عالم فرو بند

بلکہ قرآن مجید کے اندر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ عورتوں کو یہ تعلیم دی گئی ہے کہ اجنبی مردوں کے ساتھ ایسا برتاؤ کریں جس سے نفرت پائی جائے نہ کہ محبت و اُلفت استغفر اللہ اسکو لوگوں نے تہذیب سمجھ لیا ہے حالانکہ عورت کے لئے تہذیب یہی ہے کہ غیر آدمی سے روکھا برتاؤ کرے افسوس ہے کہ مسلمانوں نے قرآن کو چھوڑ دیا حق تعالےٰ تو یوں فرماتے ہیں فلا تخضعن بالقول فیطمع الذی فی قلبہ مرض وقلن قولا معروفا۔ یعنی کسی سے نرم لہجہ سے بات نہ کرو دیکھئے اس آیت کی مخاطب وہ عورتیں ہیں جو مسلمانوں کی مائیں تھیں یعنی ازواج مطہرات اُنکی طرف کسی کی بُری نیت جا ہی نہیں سکتی تھی مگر اُن کے لئے بھی یہ سخت انتظام کیا گیا تو دوسری عورتیں تو کس شمار میں ہیں۔ چنانچہ اسکے شروع میں ہی یہ لفظ موجود ہے لستن کاحد من النساء یعنی تم اور عورتوں جیسی نہیں ہو بلکہ اوروں سے افضل ہو۔ پھر بھی فرماتے ہیں کہ مردوں کے ساتھ نرم لہجے سے بات مت کرو۔ جب بات کرنا ہو تو خشک لہجہ سے کرو جس سے مخاطب یہ سمجھے کہ بڑی کھری اور کڑی اور تلخ مزاج ہیں۔ تاکہ لاحول ہی پڑھ کر چلا جائے نہ یہ کہ نرمی سے گفتگو کرو کہ میں آپ کی محبت کا شکریہ ادا کرتی ہوں مجھے جناب کے الطاف

(احقر محمد عبد المنان غفرلہ پرنٹر پبلشر نے ادبی پریس میں چھپوا کر کتب خانہ اشرفیہ مولوی مسافر خانہ بندر روڈ کراچی ملا سے شائع کیا)

کریمانہ کا خاص احساس ہے جیسا کہ آجکل کے رسالوں میں عورتوں کے مضامین نکلتے ہیں۔ یہ مضامین زہر قاتل ہیں آفت ہیں طرح طرح کے مفاسد اس پر مرتب ہوتے ہیں بعض لوگ اسپر یہ کہہ دیتے ہیں کہ صاحب بتلائیے کیا فساد ہو رہا ہے ہمکو تو نظر نہیں آتا۔ میں کہتا ہوں کہ اول تو فساد موجود ہے اور اگر تم کو نظر نہیں آتا تو ممکن ہو کہ بہت قریب آگے چل کر یہ لہجہ کچھ رنگ لاویگا اُسوقت سب کو معلوم ہوگا اور مجکو اسوقت معلوم ہو رہا ہے جیسا کہا گیا ہے ؎

من ازاں حسن روز افزوں کہ یوسف داشت دانستم — کہ عشق از پردۂ عصمت بروں آرد زلیخا را

اہل نظر شروع ہی میں کھٹک جاتے ہیں کہ یہ چیز کسی وقت میں رنگ لائے گی اور اسکی دلیل بھی خود اس آیت ہی میں موجود ہے کہ فلا تخضعن بالقول کے بعد ہی بطور نتیجہ کے فرماتے ہیں فیطمع الذی فی قلبہ مرض کہ اگر خضوع فی القول یعنی نرم لہجہ سے بات کی گئی تو جس کے دل میں روگ ہے اُسکے دل میں لالچ پیدا ہوگا اور وہ لہجہ کی نرمی سے سمجھ لیگا کہ یہاں قابو چل سکتا ہے پھر وہ اسکی تدبیریں اختیار کریگا دیکھئے خود حق تعالےٰ
لہجہ کی نرمی کا یہ اثر بتا رہے ہیں پھر کسی کی کیا مجال ہے کہ اس اثر کا انکار کرے میں اپنی ۲
طرف سے تو نہیں کہہ رہا ہوں بلکہ الفاظ قرآنی صاف بتلاتے ہیں عورتوں کا مردوں سے نرم گفتگو کرنا یہ اثر رکھتا ہے کہ انکے دلوں میں طمع پیدا ہوتی ہے۔ پھر اسپر بھی بس نہیں کیا بلکہ اسکے بعد یہ حکم بھی ہے وقلن قولا معروفا جس کا ترجمہ یہ ہے کہ جب بات کرو بھی تو ایسی بات کرو جسکو شریعت میں اچھا مانا گیا ہو۔ ایک تو یہ کہ بے ضرورت الفاظ مت بڑھاؤ کیونکہ شریعت اسکو کسی کیلئے پسند نہیں کرتی۔ شریعت نے کم بولنے ہی کو پسند کیا ہے۔ دوسرے یہ کہ ہر بات کو سوچکر کہو کوئی بات گناہ کی منہ سے نہ نکل جاوے مختصر ترجمہ معروف کا معقول ہے تو یہ معنی ہوئے کہ معقول بات کہو معقول بات وہی ہوتی ہے جس سے کوئی بُرا نتیجہ پیدا نہ ہو جب ثابت ہو چکا کہ لہجہ کی نرمی سے بھی عورتوں کے لئے بُرا نتیجہ پیدا ہوتا ہے تو محبت پیار کی باتوں سے کیوں بُرا نتیجہ پیدا نہ ہوگا جسکو آجکل تہذیب میں داخل سمجھا گیا ہے۔ تو اس قسم کی باتیں عورتوں کے لئے معقول نہیں بلکہ نامعقول ہیں اور یہ کچھ تعجب کی بات نہیں ہے کہ ایک بات ایک کیلئے معقول ہو اور دوسرے کیلئے نامعقول ایک کیلئے سختی سے بات کرنا اور بے رخی سے جواب دینا معقول ہو سکتا ہے اور دوسرے کیلئے نامعقول ہے

یعنی مردوں کے واسطے باہمی کلام کا معقول طریقہ یہ ہے کہ نرمی سے بات کرو کسی کو سخت جواب نہ دو روکھاپن نہ برتو۔ اور عورتوں کے لئے معقول طریقہ یہ ہے کہ اجنبی کے ساتھ نرمی سے بات نہ کریں اور سختی سے جواب دیں اور روکھا برتاؤ کریں ۵

در حق او مدح در حق تو ذم   در حق او شہد در حق تو سم

مولاناؒ فرماتے ہیں کہ ایک ہی بات کسی کے لئے داخل مدح ہوتی ہے اور دوسرے کے لئے داخل ذم ہوتی ہے جیسے اُس شبان کی گفتگو جو حق تعالیٰ کی شان میں کہہ رہا تھا کہ آپ کہاں ہیں۔ میں آپ کو دودھ پلاؤں اور کپڑوں کی جوئیں دیکھوں وغیرہ وغیرہ۔ حضرت موسےٰ علیہ السلام کو یہ گفتگو سنکر غصہ آگیا اور اُسکو ڈانٹا مگر حق تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو متنبہ فرمایا کہ ہمارے ساتھ ہر شخص کا تعلق جداگانہ ہے اِس حکایت کا حاصل یہی ہے کہ یہ باتیں تمہارے حق میں بُری ہیں مگر اُس کے حق میں بُری نہیں۔ اِسی اعتبار سے اسوقت میں نے یہ شعر پڑھا ہے مطلب یہ ہے کہ ایک ہی بات مردوں کیلئے بُری اور عورتوں کے لئے اچھی ہوسکتی ہے عورتوں کے لئے یہی مناسب ہے کہ جب غیر مردوں سے بات کریں تو خوب روکھے اور سخت لہجہ میں اور ڈانٹ ڈپٹ کے ساتھ کریں۔ اول تو عورتوں کو غیروں سے بولنا ہی ۳
نہیں چاہئے مگر بضرورت بولنا جائز ہے تو اِس کا طریقہ یہ ہے کہ سختی سے گفتگو ہو تاکہ دوسرے کے دل میں کشش اور میلان پیدا نہ ہو اور یہ طریقہ عورتوں کیلئے علاوہ شرعی حکم ہونے کے طبعی بھی ہے افسوس ہے کہ ایک فطری اچھی خصلت کو قصداً بگاڑا جا رہا ہے دیہات میں دیکھئے کہ بھنگن وچماری سے بھی خطاب کیجئے تو وہ منہ پھیر کر اول تو اشارے سے جواب دیگی مثلاً راستہ پوچھئے تو انگلی اُٹھا کر بتا دیگی کہ اِدھر ہے اور اگر بولنا ہی پڑے تو بہت تھوڑے سے الفاظ میں مطلب کو ادا کر دیگی نہ اُسمیں القاب ہونگے نہ آداب نہ ضرورت سے زیادہ الفاظ نہ آواز نرم ہو گی بلکہ اس طرح بولیگی جیسے کوئی زبردستی بات کرتا ہے چونکہ دیہات والوں میں یہ اخلاق طبعی موجود ہوتے ہیں اور اُن سے انحراف کے اسباب وہاں نہیں پائے جاتے اِس واسطے دیہاتیوں کے اخلاق و عادات اپنی جبلی حالت پر ہوتے ہیں۔ حیا عورت کے لئے طبعی امر ہے اور اُسکے آثار ان دیہاتی عورتوں میں جن پر زوال حیا کے اسباب نے اثر نہیں کیا ہے موجود ہیں اس سے پتہ چلتا ہے کہ طبعی بات عورت کیلئے یہی ہے کہ غیر مردوں سے میل جول نہ کرے اور کوئی ایجابات قول میں یا فعل

میں اختیار نہ کرے جس سے میل جول یا کشش پیدا ہو یہی شریعت کی تعلیم ہے
تو شریعت فطرت کے بالکل موافق ہے مگر افسوس ہے کہ آجکل طبعی اخلاق سے بُعد
ہو گیا ہے اور جو باتیں بُری سمجھی جاتی تھیں وہ اچھی سمجھی جانے لگیں حتےٰ کہ اس قسم کے
مضامین اور ایسے خیالات اور ایسے جذبات جن سے خواہ مخواہ میلان ہو آجکل ہنر سمجھے
جانے لگے۔ اس سے بہت ہی پرہیز کرنا چاہئے اللہ محفوظ رکھے۔ یہ اثر اس نئی تعلیم کا
ہے اس لئے یہ تعلیم تعلیم نہیں بلکہ تجہیل ہے اور عورتوں کیلئے تو نہایت ہی مضر ہے عورتوں
کیلئے تعلیم کا وقت بچپن کا وقت ہے مگر آجکل شہروں میں بچپن ہی سے لڑکیوں کو نئی تعلیم
دیجاتی ہے جس کا نتیجہ یہ ہے کہ اس تعلیم کے آثار و نتائج اُن کی رگ و پے میں سرایت
کر جاتے ہیں پھر دوسری کوئی تعلیم اُن پر اثر کرتی ہی نہیں لڑکیوں کی مثال بالکل کچی
نرم لکڑی کی سی ہے اُسکو جس صورت پر قائم کر کے خشک کر دو گے تمام عمر ویسی ہی رہیگی
جب بچپن ہی سے نئی تعلیم دی گئی نئے اخلاق سکھائے گئے نئی وضع نئی قطع نیا طرز
معاشرت اُن کی نظروں میں رہا تو وہ اُسی میں پختہ ہو گئیں بڑی ہو کر اُنکی اصلاح کسی طرح
نہیں ہو سکتی لہٰذا ضرورت ہے کہ بچیوں کو بجائے نئی تعلیم کے پُرانی تعلیم دیجئے تاکہ وہی
تعلیم اُنکی رگ و پے میں رچ جائے پھر آپ دیکھیں گے کہ بڑی ہو کر وہ کیسی باحیا۔ سلیقہ
شعار دیندار سمجھدار ہونگی۔ بعض جگہ ہم نے دیکھا ہے کہ لڑکیوں کو اشعار یاد کرائے جاتے
ہیں وہ اُنکو گاتی ہیں اور لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ یہ تو تصوف کے اشعار ہیں جنسے اخلاق کی درستی
ہوتی ہے۔ میں کہتا ہوں تصوف بیشک ایسی ہی چیز ہے تصوف ہر خوبی کی جان ہے
مگر اشعار کا نام تصوف نہیں ہے نظم کے ساتھ اُسکو کوئی خصوصیت نہیں ہے بلکہ تصوف
نام ہے درستی ظاہر و باطن کا تو کیا ظاہر و باطن کی درستی نظم ہی سے ہو سکتی ہے نثر سے
نہیں ہو سکتی بلکہ میں کہتا ہوں کہ درستی اخلاق تو نثر ہی سے ہو سکتی ہے نظم سے نہیں
ہو سکتی کیونکہ اصلاح اخلاق مجاہدہ اور مشقت سے ہوتی ہے جسمیں ترک لذات کرنا پڑتا ہے
اور شعر شاعری اور نظم اور غزل خوانی تو لذات میں داخل ہے۔ اس سے اصلاح کیا ہوتی۔
غرض تصوف نام شعر شاعری اور دیوان حافظ پڑھنے کا نہیں ہے صرف یہ دیکھکر کہ یہ شعر دیوان
حافظ کا ہے یہ سمجھ لینا کہ اس کا پڑھنا داخل تصوف ہے اور یہ کسی حال میں مضر نہیں
ہو سکتا محض غلطی ہے کیونکہ اُن حضرات کے اشعار سب کو مفید نہیں ہوتے بلکہ بہت سے

لڑکیوں کو پرانی تعلیم دینا چاہئے

لڑکیوں کا اشعار یاد کرنا

تصوف کی حقیقت

لوگوں کو مضر ہوتے ہیں یہ لوگ اہل حال تھے اُن کے حال کا اثر ان کے کلام میں بھی موجود ہے اور ہر شخص اُس حالت کا تحمل نہیں کر سکتا خاصکر عورتیں کیونکہ ضعیف القلب ہوتی ہیں ان پر تو اندیشہ ہے کہ اگر کوئی اچھی حالت بھی غالب ہو گئی تو بیمار ہو جائیں گی۔ تصوف تو عورتوں کو ان اشعار سے کیا حاصل ہوتا۔ صحت جسمانی بھی جاتی رہے گی۔ غرض شعر اشعار کا پڑھنا پڑھانا عورتوں کے لئے ٹھیک نہیں بلکہ فتنہ ہے عورتوں کے لئے تو بس ایسی کتابیں مناسب ہیں جن سے خدا کا خوف جنت کی طمع۔ دوزخ سے ڈر پیدا ہو اس کا اثر عورتوں پر بہت اچھا ہوتا ہے اب اس تعلیم کو لوگوں نے چھوڑ دیا اور وہ تعلیم اختیار کر لی جو مضر ہے جو تعلیم مفید اور ضروری تھی اُسمیں تو کمی ہوتی جاتی ہے بلکہ ناپید ہوتی جاتی ہے۔ اُسی تعلیم کے نہونیکے یہ نتائج ہیں کہ عورتوں کے اخلاق درست نہیں ہوتے اور باوجودیکہ ان میں محبت اور جاں نثاری اور ایثار کا مادہ بہت زیادہ ہے پھر بھی خاوند سے انکی نہیں بنتی کیونکہ مذہبی تعلیم نہ ہونیکی وجہ سے اُن میں پھوہڑپنا اور بے باکی موجود ہے کہ جو کچھ زبان پر آجائے بیدھڑک بک ڈالتی ہیں جس سے خاوند کو تکلیف پہنچتی ہے اور خانہ جنگیاں پیدا ہوتی ہیں۔ زندگی تلخ ہو جاتی ہے اسلئے میں پھر کہتا ہوں کہ عورتوں کو وہ تعلیم جسکو پرانی تعلیم کہا جاتا ہے اور وہی تعلیم مصلح اخلاق ہے بقدر کفایت ضرور دینا چاہئے جس سے انکی آخرت اور دُنیا سب درست ہو جائیں عقائد صحیح ہوں عادات درست ہوں معاملات صاف ہوں اخلاق پاکیزہ ہوں پھر ہم دیکھیں معاشرت کیسے اچھی نہیں ہوتی معاملات کی صفائی ہی کا بیان ہو رہا تھا جسپر اتنا مضمون بڑھ گیا۔ بیان یہ تھا کہ گھروں کے اندر بہت گھال میل ہے جس سے معاشرت خراب اور زندگی وبال جان ہوتی ہی آپس میں رنجشیں ہوتی ہیں اور آخرت بھی برباد ہوتی ہے کیونکہ اہل حقوق کے حقوق تلف ہوتے ہیں جسپر آخرت میں سخت مواخذہ ہوگا۔ عورتوں میں جو واعظ وعظ کہنے کیلئے پہنچتے ہیں وہ بھی ضروریات کی مثلاً معاملات کی صفائی اور گھر کے سامان میں گھال میل نہ ہونیکی تعلیم نہیں کرتے۔ بس واعظوں کو تو وہی حدیث یاد ہے یامعاشر النساء تصدقن ولو من حلیکن بس اُن کو چندہ دیدو چاہے کسی کا مال ہو اور اس حدیث میں سے بھی صرف تصدقن کا لفظ انکا مطمح نظر ہوتا ہے حالانکہ آگے من حلیکن بھی موجود ہے

جسکا مطلب میں نے ابھی بیان کیا کہ اپنے مملوک زیور میں سے دو اور اسی پر یہ مضمون
چلاتھا کہ عرب میں مرد و عورت کے مملوکات متمیز ہوتے تھے مگر ہمارے یہاں اسمیں
گڑبڑ ہے خود ان کے زیور میں بھی شبہ ہو کہ انکا ہے یا شوہر کی شرکت کا۔ سو واعظوں کا
یہ طرز عمل ایسا ہی ہے جیسا کسی نے ایک شخص سے پوچھا کہ تمہیں قرآن شریف
کی کون آیت سب سے زیادہ پسند ہے کہا کلوا واشربوا کہا دعا کونسی پسند ہے کہا
ربنا انزل علینا مائدۃ من السماء یعنی اے اللہ لگا لگایا خوان کھانے کا اتار دیجئے
کہ سوا کھا لینے کے کچھ نہ کرنا پڑے۔ اس شخص کو اپنے مطلب ہی کی آیت اور مطلب
ہی کی دعا یاد تھی ایسے ہی ہمارے واعظ صاحبان کو بھی اپنے مطلب کی ایک ہی حدیث
یاد ہے یا معاشر النساء تصدقن کہ بس خیرات کر دو اور زیور ان کو دیدو جگنو اُتار دو
چمپاکلی اُتار دو کانوں کی سب بالیاں اتار دو یہ بھی مت دیکھو کہ اپنی ہیں یا دوسرے
کی اور اُن کا دینا بھی جائز ہے یا ناجائز اور داخل خیرات ہے یا داخل سیئات بس
یہ حدیث پڑھ کر بیچاریوں سے چندہ وصول کر لیتے ہیں اور اسکے لئے طرح طرح
۶ ایک واعظ صاحب کا قصہ
کی ترکیبوں سے کام لیتے ہیں واعظوں کا بیان بڑا اچھے دار ہوتا ہی جس سے عورتیں بہت
جلدی پگھل جاتی ہیں چنانچہ ایک جگہ مسجد زیر تعمیر تھی سارا کام ہو گیا تھا صرف فرش باقی تھا تو
ایک بزرگ واعظ نے عورتوں میں وعظ کہنا شروع کیا اول تو مسجد بنانے کے فضائل
بیان کئے پھر کہا اسوقت ایک مسجد زیر تعمیر تھی مگر وہ پوری ہو چکی جسکی قسمت میں جتنا
ثواب تھا اُتنا حصہ اُس نے لے لیا مگر افسوس ہے کہ بیچاری عورتیں محروم رہ گئیں
یہ ان کی قسمت ہی یہ غریب گھروں میں بیٹھنے والی ہیں انکو کیا خبر کہ دُنیا میں کیا ہو رہا ہی
کیا کیا دولتیں لٹ رہی ہیں واقعی بہت افسوس ہوا کہ عورتیں اِس ثواب میں شامل
نہ ہو سکیں جب واعظ صاحب نے دیکھا کہ عورتوں پر رنج و حسرت کا کافی اثر ہو چکا تو آپ
فرماتے ہیں کہ اخاہ خوب یاد آیا میاں ابھی فرش تو باقی ہی ہے اور مسجد میں اصل چیز
فرش ہی تو ہے فرش ہی پر نماز ہوتی ہے در و دیوار پر تھوڑا ہی پڑھی جاتی ہو واقعی
عورتیں بڑی خوش قسمت ہیں کہ اصل چیز انہیں کے واسطے رہ گئی: اب بیبیوں کو
حصہ لینے کا خوب موقع ہے اور اے بیبیو اگر فرش تم نے بنوا دیا تو کیسا لطف کا واقعہ
ہو گا کہ مرد اُسپر نماز پڑھیں گے اور فرشتے اُن کی نمازیں لیکر دربار الٰہی ہی میں جائیں گے

شریعت نے پالیسی کی تعلیم نہیں دی

تو یوں کہیں گے کہ لیجئے حضور بندوں کی نمازیں اور بندیوں کی جانمازیں بس یہ کہنا تھا کہ پردہ کے پیچھے سے چھنا چھن کی آواز آنے لگی کسی نے پازیب اُتار کر پھینکی کسی نے جھانور اور کسی نے پُہنچی کسی نے ہار بندۂ خدا نے ایک شاعرانہ جملہ میں ہزاروں روپیہ کا زیور لے لیا مجھے تو یہ ترکیبیں پسند نہیں یہ تو پالیسی ہے۔ شریعت نے ہم کو پالیسی کی تعلیم نہیں دی بلکہ حدود کے اندر رہنے کا حکم دیا ہے خواہ چندہ آئے یا نہ آئے اسی طرح

ایک واعظ صاحب کا قصہ

ایک واعظ صاحب کا قصہ ہے کہ اُن کے وعظ میں ایک عورت نے اپنی ایک پازیب دی تو فرمانے لگے کہ ایک پاؤں تو جنت میں گیا ایک پاؤں دوزخ ہی میں رہا۔ خیال تو کیجئے یہ کیسی ترکیبیں کرتے ہیں۔ اُس بیچاری نے دوسری بھی دیدی۔ واعظ کو آگے نہیں سوجھی ورنہ یوں کہنے لگتے کہ ہائے افسوس ٹانگیں تو جنت میں گئیں مگر اوپر کا جسم جنت کے باہر ہی رہا نتیجہ یہ ہوتا کہ عورتیں سر سے پیر تک کا زیور سب اُتار کر اُنکے حوالہ کر دیتیں عورتیں اکثر بھولی بھالی اور اَن پڑھ ہوتی ہیں واعظ صاحب جو کچھ کہیں وہ اُسکو اللہ میاں کا حکم سمجھتی ہیں اور اُسکی تعمیل کرنے کو تیار ہو جاتی ہیں ہم تو ان

۷ ترکیبوں کو بالکل ناجائز سمجھتے ہیں اگر خدا کا کام کرنے کو کھڑے ہوئے ہو اُسی طرح کام کرو جس طرح خدا نے بتایا ہے کہ نہ کسی پر بار ڈالو نہ پالیسی سے کام لو بس سیدھے سیدھے

پالیسی کیلئے حدیث و قرآن کو آڑ نہ بنانا چاہئے

الفاظ میں ضرورت کو بیان کر دو پھر اگر وہ کام واقعی خدا کا کام ہے تو نہ مسجد رُکے گی نہ مدرسہ رُکے گا اور اگر خدا کا کام نہیں یا خدا کے واسطے نہیں بلکہ محض تمہارے نفس کی خواہش اور غرض ہے تو اس کا پورا نہ ہونا ہی اچھا ہے اور اگر کسی کو ترکیب ہی کرنا ہو تو اُسکے لئے حدیث و قرآن کو کیوں آڑ بنایا جائے یہ تو بہت سخت بات ہے ترکیبوں کے لئے قرآن و حدیث سے کام لیا جائے ؎

حافظا مے خور و رندی کن و خوش باش ولے
دام تزویر مکن چوں دگراں قرآں را

اگر ناجائز کام کرنا ہی ہے تو ناجائز طریقے سے کر و دین کو اُسکے لئے ذریعہ کیوں بناتے ہو غرض واعظوں نے یہ طریقہ اختیار کیا ہے کہ اگر انکو اپنا کوئی مطلب نکالنا ہوتا ہے تو عورتوں کو عذاب سے ڈراتے دھمکاتے ہیں اور ترکیبوں چالاکیوں سے جو کچھ ہو سکتا ہی ان سے وصول کر لیتے ہیں اور اگر فی الوقت کوئی مطلب نکالنا نہیں ہوتا تو پھر ایسے مضامین بیان کرینگے جن سے وہ غریب مایوس ہو جائیں ہم نے کبھی نہیں دیکھا کہ عورتوں کو

وعظ سُنکر خدا تعالیٰ کی رحمت کی کچھ امید ہوئی ہو ہاں مایوسی ضرور ہو جاتی ہو اسی لئے
عورتیں بھی ایسی بہادر ہیں کہ اِدھر وعظ سُنا اُدھر دو تین منٹ ہی کے بعد اُسکے
خلاف عمل شروع ہو گیا کہ اُسے کاٹا اُسے کوسا۔ ابھی وعظ میں تو رو رہی تھیں اور
ابھی چیخ پکار کر رہی ہیں دوسروں سے لڑ رہی ہیں اسکی وجہ یہی ہے کہ وعظ میں خوف
اس حد تک پہنچ جاتا ہے کہ اُن کو نجات سے مایوسی ہو جاتی ہے وہ بھی سمجھ لیتی ہیں کہ
ہم دوزخی تو ہیں ہی پھر نفس کو مارنے میں کیا فائدہ نیک و بد سے کیا واسطہ؟ جس
حال میں ہیں اُسی حال میں کیوں نہ رہیں آپ نے دیکھا ہو گا جس شریر بچے کو بار بار
پیٹا جائے اُٹھتے جوتی بیٹھتے لات کا معاملہ رکھا جائے وہ بے حیا ہو جاتا ہے پھر وہ کسی سے
بھی نہیں دبتا اِسی طرح واعظ صاحبان نے ترہیب کے مضامین بیان کر کر کے
عورتوں کو نڈر کر دیا ہے۔ مطلب میرا یہ ہے کہ جہاں ترہیب کی ضرورت ہے وہاں
ترغیب کی بھی ضرورت ہے اِسی لئے قرآن مجید میں ترغیب و ترہیب دوش بدوش ہیں۔
میں نے یہ آیت اِسوقت اسی لئے اختیار کی ہو کہ اسمیں عورتوں کے لئے ترغیب کا مضمون ہے
چنانچہ اللہ تعالیٰ شانہٗ ارشاد فرماتے ہیں۔ فاستجاب لھم ربھم انی لا اضیع عمل ۸
عامل منکم من ذکر او انثی۔ میں اوپر کہہ چکا ہوں کہ اسوقت مقصود بیان صرف
تعمیم رحمت حق کا ظاہر کرنا ہے جس پر من ذکر او انثی کا لفظ دال ہے اور اسی جزو کا
مجھے بیان کرنا مقصود ہے۔ فرماتے ہیں کہ کسی کام کرنے والے کا عمل ضائع نہیں کرتا خواہ
وہ مرد ہو یا عورت یعنی ہمارے یہاں نیک عمل ہر مومن کا مقبول ہے یہ نہیں کہ عورت
کے عورت ہونے کی وجہ سے کوئی عمل مردود ہو جائے یا مرد کے مرد ہونیکی وجہ سے
کوئی عمل مقبول ہو جائے۔ دوسری آیت میں فرماتے ہیں من عمل صالحا من ذکر
او انثی وھو مومن فلنحیینہ حیوۃ طیبۃ ولنجزینھم اجرھم باحسن ما کانوا
یعملون۔ یعنی جو کوئی نیک عمل کریگا خواہ وہ مرد ہو یا عورت بشرطیکہ وہ مؤمن ہو تو ہم
اسکو حیات طیبہ نصیب کرینگے اور اُسکو جزا دینگے اچھے عمل کی۔ آپ کو معلوم ہو گا کہ
اصول کا قاعدہ ہو کہ جن آیات میں کوئی تصریح عورت یا مرد کی نہیں ہوتی انکا مضمون مرد ول
اور عورتوں سب کو عام ہوتا ہے اس بناء پر اس تصریح کی کوئی ضرورت نہیں تھی کہ عمل
کرنیوالا مرد ہو یا عورت پھر ان آیتوں میں لفظ من ذکر او انثی کے لانے کا کیا سبب ہے؟

شانِ نزول

اس کا پتہ شان نزول سے چلتا ہے۔ شان نزول حسب روایت ترمذی یہ ہو کہ حضرت ام سلمہؓ نے ایک دفعہ بطور حسرت کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ قرآن شریف میں عورتوں کا ذکر کہیں نہیں آتا اُن کی خاطر سے حق تعالیٰ نے بعض آیات میں صراحۃً عورتوں کا ذکر فرمادیا تاکہ یہ حسرت نہ رہے کہ اللہ تعالیٰ ہم کو یاد نہیں فرماتے۔ دیکھو عورتوں کی خاطر اللہ میاں کو کس قدر منظور ہے کہ باوجود ضرورت نہ ہونیکے تصریح کیساتھ عورتوں کا ذکر بھی کردیا اسکی قدر ہم کو اس وجہ سے نہیں کہ جب سے ہوش سنبھالا قرآن سُنا تو اُسمیں بہت جگہ ایسے الفاظ سُنے جو عورتوں کی شان میں ہیں بس سنتے سنتے مساوات ہوگئی اب جب ایسی آیتیں پڑھتے ہیں تو کوئی نئی بات نہیں معلوم ہوتی اسکی قدر اُن عورتوں کے دل سے پوچھو جنکو یہ حسرت ہوچکی تھی کہ اللہ تعالیٰ ہمارا ذکر نہیں فرماتے پھر اُنکی حسرت کو حق تعالیٰ نے پورا کیا یہ بیچاری قرآن میں ہر جگہ مردوں ہی کا ذکر پاتی تھیں اس سے اُنکا دل مرجاتا ہوگا اور یہ خیال ہوتا ہوگا کہ کیا ہم عورتیں حق تعالیٰ کے نزدیک کسی شمار میں بھی نہیں جو کہیں ہمارا ذکر نہیں فرماتے اب سوچئے کہ جسوقت اُنکی تمنا کے موافق قرآن میں الفاظ اُترے ہونگے تو اُنکا کیا حال ہوا ہوگا۔ اسکا لطف دوسرا کوئی کب سمجھ سکتا ہے۔ ایک صحابی ہیں حضرت اُبی ابن کعب شیخین کی روایت میں ہو کہ اُن سے ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے اُبیّ خداوند تعالیٰ کا حکم ہے کہ میں تم کو سورۂ لم یکن پڑھ کر سُناؤں یہ سُنکر اُن کو وجد سا آگیا اور عرض کیا اللہ سمانی یعنی کیا اللہ میاں نے میرا نام لیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں اللہ تعالیٰ نے تمہارا نام لیا واقعی اُس وقت جو حالت بھی اُن کی ہوئی ہو کم ہے سوچئے تو کہ جس وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ پیغام اُن کو سُنایا ہوگا اگر اُن کو شادی مرگ ہوجاتی تو بجا تھا پھر جب حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے جواب میں فرمایا نعم اللہ سماک یعنی ہاں اللہ تعالیٰ نے تمہارا نام لیکر فرمایا بس یہ سُنکر وہ پھوٹ کر رو پڑے اس حالت کا اندازہ کوئی کیا کرسکتا ہے رہا یہ کہ پھر رونا کس لئے تھا تو حضرت یہ رونا نہ شادی کا تھا نہ رنج کا تھا بلکہ گرمی عشق کا تھا اس کی تحقیق مشکل ہے بعضے سمجھتے ہیں کہ خوشی کا رونا تھا مگر یہ بات نہیں۔ حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی بھی تحقیق ہے کہ یہ رونا محبت کے جوش کا تھا کہ ان کو یہ خیال ہوا کہ اے اللہ میں اس قابل کہاں تھا کہ آپ میرا نام لیں۔ اِس خیال سے محبت کا جوش

اُٹھا اور گریہ طاری ہوا۔ حضرت حافظ شیرازی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی ایک مثالی قصہ کے پیرایہ میں اِس حقیقت کو ذکر کیا ہے فرماتے ہیں ؎

بلبلے برگ گلے خوش رنگ در منقار داشت
واندراں برگ و نوا خوش نالہائے زار داشت

یعنی ایک بلبل پھول کی پنکھڑی چونچ میں لیے ہوئے بہت کچھ آہ و نالہ کر رہا تھا ؎

گفتمش در عین وصل ایں نالہ و فریاد چیست
گفت مارا جلوہ معشوق درایں کار داشت

یعنی میں نے اُس سے کہا کہ تجھے تو اِسوقت وصل گُل حاصل ہے چونچ میں پنکھڑی لئے ہوئے ہے یہ تو خوشی کا وقت ہے اسوقت نالہ و فریاد کیسا اُسنے جواب دیا کہ جلوہ معشوق کا اثر یہی ہے کہ نالہ و فریاد کیا جائے اُسکی تجلی کے ظہور کا اثر یہی ہے کہتے ہیں نا ؎

وہ آئیں گھر میں ہمارے خدا کی قدرت ہے
کبھی ہم اُنکو کبھی اپنے گھر کو دیکھتے ہیں

کیوں صاحب ایسے وقت میں کہ محبوب گھر میں آجائے گھر کا کیا دیکھنا بات یہ ہے کہ غایت قرب سے تحیر پیدا ہو جاتا ہے اور بار بار یہ خیال ہوتا ہے کہ ہم اور ہمارا گھر اس قابل کہاں تھا کہ وہ تشریف لائیں اس واسطے حیران ہو کر کبھی اپنے آپکو دیکھتا ہے اور کبھی گھر کو اور سمجھتا ہے کہ میں اور میرا گھر تو اس قابل تھا نہیں کہ یہ دولت نصیب ہو اسی کا نام تحیر ہے اِسی طرح وہ بلبل عین وصال کے وقت تحیر میں تھا یہی حالت حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ پر طاری ہوئی یہ جوش محبت تھا اُنکی سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ میں اس قابل ہوں کہ خدا تعالیٰ میرا نام لیں واقعی وجد کی بات ہے۔ چنانچہ اُن پر وجد طاری ہوا اور رونے لگے۔ محبوب کی مجلس میں عاشق کا ذکر ہی آجاوے تو وجد کے لئے کافی ہے ایک صاحب فرماتے ہیں ؎

ذکر میرا مجھ سے بہتر ہے کہ اس محفل میں ہی

غرض اسوقت اس لفظ (وانثی) کی اِس لئے قدر نہیں محسوس ہوتی کہ تمام عمر سے ہمیں قرآن میں یہ لفظ موجود ملا ہے اسکی قدر اُن سے پوچھی جائے جنکی حسرت و تمنا کے بعد یہ لفظ نازل ہوا اسکی ایسی مثال ہے جیسے ایک عاشق کو محبوب کے دربار کے قریب تک پہنچنے کا موقع تو ملتا ہے مگر محبوب کبھی اس کی طرف توجہ نہیں کرتا دوسروں سے ہی بات چیت کرتا رہتا ہے اور یہ اس حسرت میں گھلا جاتا ہے کہ افسوس میرا نام بھی تو کبھی اُسکی زبان پر نہیں آتا اُس نے کسی خاص مقرب بارگاہ

۱۰ غایتِ قرب میں تحیر ہوتا ہے

سے اپنی حسرت کو ظاہر کیا اُس نے محبوب کے کان تک یہ بات پہنچا دی دوسرے وقت
محبوب نے مجلس میں کوئی چیز مثلاً پان تقسیم کئے اور خادم سے کہا کہ سب صاحبونکو
پان دیدو اور فلاں صاحب کو ضرور دینا عاشق کا نام لیکر کہا تو آپ اندازہ کیجئے کہ
اسوقت اس عاشق کی کیا حالت ہوگی یقیناً اُسکو وجد آجاویگا اور ناچا پھریگا مگر دوسرے
حضار مجلس کے نزدیک یہ بات بھی کچھ نہ ہوگی وجہ یہ ہے کہ اُس کو بڑی تمنا کے بعد یہ
دولت نصیب ہوئی ہے اور دوسروں کو بلا تمنا کے نصیب تھی۔ صاحبو! ہم لوگونکو
قرآن پورا مکمل جمع شدہ مل گیا ہے ہم اس قسم کی آیتیں ہر دور میں پڑھتے ہیں اور کبھی
اِس طرف خیال بھی نہیں جاتا کہ ان میں کیا دولت بھری ہوئی ہے اسکو حضرت ام سلمہؓ
سے یا اسوقت کی دوسری بیبیوں سے پوچھنا چاہئے کہ ان آیتوں کو سُنکر اُنکی
کیا حالت ہوئی ہوگی۔ اے بیبیو کیا یہ تھوڑی بات ہے کہ حق تعالیٰ نے تمکو خاص
طور سے یاد فرمایا اور یاد بھی کس طرح فرمایا کہ مردوں کی برابر بٹھا دیا کیونکہ اس آیت
میں جن باتوں کا وعدہ کیا ہے اُن میں مردوں اور عورتوں میں کچھ فرق نہیں کیا تو یہ کہنا صحیح
ہے کہ عورتوں کو مردوں کی برابر بٹھا دیا گو بائیں طرف بٹھایا ہے کیونکہ آیت میں پہلے لفظ 11
من ذکر ہے اُسکے بعد او انثیٰ ہے اور یہ بات معلوم ہے کہ قرآن عربی زبان ہے
اور عربی زبان کا خط دائیں سے بائیں طرف کو ہوتا ہے تو دائیں طرف والیکو اول
اور بائیں طرف والے کو دوم کہہ سکتے ہیں قرآن کی تحریر انگریزی نہیں ہے کہ بائیں
طرف سے دائیں طرف کو ہو اور بائیں طرف والیکو اول اور دائیں طرف والے کو دوم
کہہ سکیں۔ یہ اسواسطے کہدیا کہ آجکل انگریزیت کا غلبہ ہے کوئی ذہین بی بی یہ استدلال
نکر بیٹھیں کہ بائیں طرف والا اول اور دائیں طرف والا دوم ہوتا ہے۔ خیر یہ ایک لطیفہ سا
ہے مگر یہ بات شریعت میں ثابت ہے کہ عورت کسی قدر مرد سے درجہ میں گھٹی ہوئی ہے
(بدلیل وللرجال علیهن درجة ومثلها من الآیات جامع) اور گو اس آیت
میں کسی بات میں مرد و عورت میں فرق نہیں کیا گیا لیکن چونکہ ترتیب عبارت میں
عورتیں موخر ہیں مردوں سے اسواسطے میں نے یہ کہا کہ اُنکو بائیں طرف بٹھایا یا یوں سمجھ لو
کہ عورتیں جسم میں بائیں آنکھ ہیں اور مرد دائیں آنکھ ہیں اور بائیں آنکھ کسی بات میں
داہنی سے کم نہیں نہ ضروری ہونے میں نہ کام دینے میں باقی یہ بات ضرور ہے کہ شریعت

نے عورتوں کو مردوں کے ساتھ من کل الوجوہ مساوات نہیں دی جیسا کہ اس زمانہ کے نئے تعلیم یافتہ طبقہ کا خیال ہے۔ وہ لوگ یہ کہتے ہیں کہ یہ ناانصافی ہے کہ ایک صنف کو دوسری صنف سے گھٹا دیا جائے۔ؔ بیبیو تمہارا بائیں طرف رہنا ہی سلامتی کی بات ہے ہر چیز اپنے موقع پر اچھی ہوتی ہے۔ سر کی چیز سر ہی پر اچھی ہوتی ہے اور پاؤں کی چیز پاؤں ہیں اور اس میں سلامتی ہونیکی وجہ یہ ہے کہ عورت میں عقل کم ہوتی ہے اور جس میں عقل کم ہو اُس سے ہر کام میں غلطی کرنیکا احتمال ہو لہٰذا اُسکے واسطے سلامتی اسی میں ہے کہ وہ زیادہ عقل والے کا تابع ہو اسی واسطے حق تعالیٰ نے مردوں کو اُن پر حاکم بنایا چنانچہ فرماتے ہیں الرجال قوامون علی النساء تاکہ ان کے کام سب انکی نگرانی میں ہوں اور غلطی سے حفاظت رہے اس کا نام سختی نہیں ہے بلکہ یہ تو عین عدل و حکمت و شفقت ہے دیکھو بچے ناقص العقل ہوتے ہیں اب اگر اُن کو خودسر بنا دیا جاوے اور وہ کسی کے تابع ہو کر نہ رہیں تو اسکا کیا انجام ہوگا؟ بس یہ حق تعالیٰ کی نہایت رحمت ہے کہ عورتوں کو خودسر نہیں بنایا ورنہ ان کا کوئی کام بھی درست نہ ہوتا دین اور دنیا سب کاموں میں ان سے غلطیاں ہوا کریں خودسری میں بڑی مصیبت ہے حق تعالیٰ خود فرماتے ہیں واعلموا ان فیکم رسول اللہ لو یطیعکم فی کثیر من الامر لعنتم۔ یعنی خوب سمجھ لو اے مسلمانوں کہ تمہارے پاس اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم موجود ہیں۔ اگر بہت سی باتوں میں یہ تمہارا کہنا مانتے تو تم بڑی مصیبت میں پڑجاتے مطلب یہ ہے کہ تم کو رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا تابع ہو کر رہنا چاہیئے نہ یہ کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم تمہارے تابع ہوں اگر ایسا ہوتا کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم تمہارے تابع ہوتے تو تم مصیبت میں پڑجاتے معلوم ہوا کہ عافیت اور سلامتی ۱۲ رسول کے اتباع ہی میں عافیت ہے

ؔ راقم کہتا ہے کہ یہ غلطی ہے کہ ہر جگہ ایک صنف کو دوسری صنف کے برابر رکھا جاوے ملک کیلئے دو صنف کی ضرورت ہو بادشاہ کی اور رعایا کی کیا بادشاہ اور رعایا کو برابر کیا جاسکتا ہے گاڑی کے لئے ضرورت ہے مالک اور سائیس کی کیا دونوں کو برابر کیا جاسکتا ہے بلکہ قاعدہ فطری یہ ہے کہ اگر دو چیزیں ایک چیز کا جزو ہوں اور دونوں میں کوئی وجہ ترجیح نہ ہو تو اُنکو باہم مرتبط رکھنے کے لئے ایک تیسری چیز کے ماتحت کر دیا جاتا ہے جیسے جگر و دماغ بدن کے اجزاء ہیں دونوں کو مرتبط رکھنے لئے دل کا ماتحت کر دیا گیا اسی واسطے دل ایک ہی ہوتا ہے ورنہ دو دل ہونگے تو ان کو مرتبط رکھنے کے لئے تیسرے دل کی ضرورت ہوگی۔ اور اگر وہ دونوں چیزیں برابر کی نہوں بلکہ ایک میں کوئی وجہ ترجیح کی ہو تو اُس کو ایک دوسرے پر حاکم اور دوسرے کو محکوم بنایا جاتا ہے جیسے رعایا اور بادشاہ اور گاڑی کے مالک اور سائیس کی مثال گذری بنابریں جب کہ عورت و مرد دو صنف ہیں انسان کی اور ایک میں وجہ ترجیح کی موجود ہے اور وہ قوت عقلیہ وجسمانیہ کا زیادہ ہونا ہے تو عورت کو مرد کی برابر کرنا خلاف فطرت ہوگا ۱۲ جامع وعظ۔

اسی میں ہے کہ چھوٹا بڑے کا اور ناقص العقل کامل کا تابع ہو کر رہے غور کرنے کی بات ہے
کہ آیت میں یہ نہیں فرمایا اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم تمہارے تابع ہو کر رہیں تو حضور صلی اللہ
علیہ وسلم کو تکلیف پہنچے گی بلکہ یہ فرمایا کہ خود تم مصیبت میں پڑ جاتے معلوم ہوا کہ چھوٹے
کو بڑے کا تابع ہو کر رہنے میں خود چھوٹے کا نفع ہے اسی طرح اگر تم مردوں کے تابع رہو
تو یہ تمہارے ہی واسطے سلامتی اور عافیت ہے۔ غرض اس کو بڑی رحمت سمجھو کہ حق تعالیٰ
نے تم کو خود سر نہیں بنایا ورنہ تمہارے لئے بڑی مصیبت ہوتی۔ کیونکہ اول تو عورتوں
میں سمجھ کم ہوتی ہے۔ دوسرے ان میں ضد کا مادہ بھی ہے کہ جس کام پر اڑ جائیں گی اُس کو
کر کے ہی چھوڑیں گی تو ان کو دو وجہ سے تکلیف پہنچتی ہے ایک تو عقل کم ہونے سے کہ جو کام
کرتیں بے سوچے سمجھے اور بلا غور و فکر کے کریں۔ پھر ضد کا مادہ ان میں اسقدر ہی کہ جو چڑھ
گئی سو چڑھ گئی گو معلوم بھی ہو جاوے کہ یہ کام مضر ہے مگر اسکو چھوڑ نہیں سکتیں چنانچہ دیکھا
ہو گا کہ ذرا ذرا سی بات پر عورتیں کنوئیں میں کود پڑتی ہیں اِس حماقت کا منشاء کم عقلی اور
ضد ہی تو ہے، پس عورتوں کی سلامتی اِسی میں ہے کہ ان کو تابع بنایا جاوے انکے اوپر
کوئی ایسا حاکم مسلط رہے جو انکو ہر وقت سنبھالتا رہے جیسے پیر مرید کی اصلاح کیا کرتا
ہے مگر اِن کے لئے بیعت کا پیر کافی نہیں کیونکہ وہ ہر وقت اُن کے پاس کیسے رہ سکتا
ہے اُنکے لے بیعت کا پیر چاہئے یعنی گھر کا پیر جو گھر میں ہر وقت موجود رہے وہ کون ہو وہی
گھر والا یعنی خاوند۔ یہ پیر اور قسم کے پیروں سے بہتر اور افضل اور انکے لئے انفع ہے اور
اسی کا رتبہ سب سے زیادہ ہے اور بعض عورتوں کے لئے بجائے بیعت کے بید کا پیر بہت نافع
ہے یعنی جو عورتیں مہذب اور شائستہ سمجھدار ہیں اُن کے لئے تو بیعت کا پیر کافی ہو یعنی خاوند
اور جو عورتیں غیر مہذب اور کم سمجھ اور بدتمیز ہیں اُن کے واسطے بید کا پیر ہونا چاہئے جو آلہ
ضرب ہے۔ رتبہ کے لفظ پر ایک کام کی بات یاد آگئی عورتوں میں مشہور یہ ہے کہ پیر کا رتبہ
خاوند اور باپ سب سے زیادہ ہے یہ محض غلط ہے اسمیں بہت سی غلطیاں ہیں اسی طرح
مردوں میں مشہور ہے کہ باپ کا رتبہ اتنا نہیں جتنا پیر کا رتبہ ہے اسپر اُن کے پاس کوئی
شرعی دلیل نہیں محض قیاس ہے جسکے مقدمات یہ ہیں لغوی باپ سے تو جسمانی فیض
ہوا ہے اور پیر سے روحانی فیض ہوا ہو اُس کا رتبہ اُس باپ سے زیادہ ہونا چاہئے
جس سے جسمانی فیض ہوا ہو۔ ان میں سے یہ مقدمہ تو مسلم ہے کہ پیر روحانی باپ ہے مگر یہ

مقدمہ مسلم نہیں کہ روحانی باپ کا رتبہ جسمانی باپ سے زیادہ ہو اس واسطے کہ شریعت میں باپ کے حقوق جو کچھ آئے ہیں اُنکو سب جانتے ہیں اور یہ حقوق اُسی کے ہیں جس کو عرفاً باپ کہا جاتا ہے۔ پس بدون حکم شرعی محض تخمینی مقدمات سے فضیلت کا حکم کرنا کیسے صحیح ہے۔ اصل بات صرف اتنی ہے جو باپ حقیقۃً باپ ہے وہ باعتبار دُنیا کے باپ ہے اور پیر باعتبار دین کے باپ کہا جاتا ہے پس حقیقی باپ کی طرف دُنیا کے حقوق راجع ہوتے ہیں اور پیر کی طرف دین کے حقوق راجع ہوتے ہیں ان میں خلط ملط کر دینے سے غلطی پیدا ہوتی ہے۔ اب فیصلہ یہ ہے کہ دنیاوی باتوں میں باپ کا حکم مقدم ہے اور دین کی باتوں میں پیر کا اگر پیر دین کی کسی بات کا حکم کرے اور باپ اُس سے منع کرے تو ترجیح پیر کے حکم کو ہوگی مثلاً پیر کہتا ہے کہ اسوقت نماز فرض پڑھو اور باپ کہتا ہو کہ یہ وقت دنیا کے فلاں کام کا ہے اُسمیں حرج ہوگا اسوقت نماز مت پڑھو تو پیر کا حکم مقدم ہوگا اور درحقیقت اِسکو پیر کا حکم کیوں کہا جاوے یہ تو خدا کا حکم ہے پیر تو صرف بتانیوالا ہے اور ہر شخص جانتا ہے کہ خدا کا حکم سب حکموں سے مقدم ہے اور یہی وجہ ہو کہ یہ تقدیم اُن ہی احکام میں ہوگی جو خدا تعالیٰ کا حکم ہے یعنی مامور بہ ہے اور نوافل وغیرہ میں نہیں 14
ہوگی اُسمیں باپ کی اطاعت پیر سے مقدم ہے کیونکہ نوافل من جانب اللہ مامور بہ نہیں محض مرغوب فیہ نہیں اور اگر پیر یہ کہتا ہے کہ فلاں جگہ شادی کر لو اور باپ کہتا ہے کہ وہاں شادی مت کرو تو اس صورت میں باپ کا حکم مقدم ہوگا۔ خوب سمجھ لو گڑبڑ مت کرو ہر چیز کو اُسکے درجہ میں رکھو افراط تفریط نہ کرو پیر کا رتبہ ہر بات میں باپ سے زیادہ نہیں ہے بعض مرد بھی اسی غلطی میں مبتلا ہیں کہ پیر کا رتبہ مطلقاً باپ سے زیادہ سمجھتے ہیں حالانکہ اس میں وہی تفصیل ہے جو میں نے عرض کی اور عورتیں تو اس غلطی میں مبتلا ہیں ہی کہ پیر کا رتبہ خاوند اور باپ دونوں سے زیادہ سمجھتی ہیں اور اسمیں عورتوں کا تو قصور ہے ہی کہ وہ جاہل ہیں مگر زیادہ قصور آجکل کے پیروں کا ہے کہ ان کی تعلیم ہی یہ ہو کہ پیر کا حق مطلقاً سب سے مقدم ہے۔ آجکل کے پیروں نے دین کا ناس کر دیا ہے پیر ہو ایسا ہو جیسے ہمارے حضرت حاجی صاحب تھے حضرت نے میرے واسطے میری حاضری مکہ کے وقت یہ تجویز فرمایا تھا کہ ہمارے

باپ اور پیر کے حقوق میں قول فیصل

آجکل کے پیروں نے دین کا ناس کر دیا ہے

ف راقم کہتا ہے کہ موٹی بات ہے کہ پیر کا رتبہ باپ سے کتنا ہی زیادہ سمجھا جاوے مگر وہ لوگ بھی جو اس غلطی میں مبتلا ہیں اس کے قائل نہیں کہ میراث میں بھی باپ سے پیر مقدم ہے کہ اگر کوئی مر جاوے اور باپ و پیر کو چھوڑ جاوے تو ترکہ بجائے باپ کے پیر کو دیدیں یا کچھ بھی اس کا حصہ قرار دیں ۱۲ جامع وعظ۔

پاس چھ مہینے رہا اس وقت والد صاحب بھی حج کو تشریف لے گئے تھے میں نے اُن سے
اجازت چاہی تو والد صاحب نے فرمایا میرا جی گوارا نہیں کرتا مجھے مفارقت سے رنج ہوتا
ہے میں نے حضرت سے عرض کیا کہ والد صاحب یوں فرماتے ہیں۔ فرمایا کہ باپ کا حکم
مقدم ہے باپ کی اطاعت فرض ہے تم اب تو جاؤ انشاء اللہ تعالیٰ پھر کبھی آؤ گے
اللہ کا شکر ہے کہ ایسا ہی ہوا اللہ تعالیٰ نے زندگی بھی اتنی دی کہ دوبارہ جانیکی توفیق
ہوئی اور روپیہ بھی دیا کہ چھ مہینے کامل حضرت کی خدمت میں رہنا نصیب ہوگیا
واقعی شیخ ہو تو ایسا ہو کوئی دوسرا شیخ ہوتا تو اُسی وقت خفا ہو جاتا اور کہتا بس
میاں جاؤ گھر بیٹھو جب باپ تمہیں نہیں چھوڑتا اور تم باپ کو نہیں چھوڑتے تو پیری
مریدی کا نام کیوں لیتے ہو۔ جاؤ باپ ہی کے پاس رہو مگر ہمارے حضرت شریعت کے
پابند تھے سنت کے پابند تھے آپ نے شریعت کا لحاظ مقدم رکھا اطاعت والدین کو
ضروری سمجھا اس اتباع سنت کی یہ برکت ہوئی کہ دونوں دولتیں نصیب ہوئیں یعنی
والد صاحب کی اطاعت بھی نصیب ہوئی اور حضرت کی خدمت میں رہنا بھی ہوگیا
اسی طرح خوب سمجھ لو کہ خاوند کی برابر پیر کا حق نہیں ہے۔ اب عورتوں نے یہ طریقہ
اختیار کیا ہے کہ خاوند سے اجازت لینے کی بھی ضرورت نہیں سمجھتیں جب جی چاہا
پیر صاحب کے یہاں چلدیں اور بعض تو یہ غضب کرتی ہیں کہ پیر سے پردہ بھی نہیں کرتیں
اور خاوند کو چھوڑ کر پیر صاحب کے یہاں پڑی رہتی ہیں وہیں رہنا اختیار کرلیا ہو اور پیر صاحب
اسپر فخر کرتے ہیں کہ اتنی عورتیں ہماری مسخر ہیں بے شک وہ تو مسخر ہو گئی ہیں مگر تم ممسوخ
ہوگئے ہو۔ افسوس ایک طوفان بے تمیزی پھیلا ہوا ہے آجکل کے پیروں کو خاوند کے
حقوق کی پروا ہے نہ بال بچوں کی نہ اعزا کی بس اس کا نام فقیری رکھ لیا ہے کہ تمام اہل حقوق
کے حقوق ضائع کر کے پیر صاحب کے حقوق ادا کئے جائیں یہ سب باتیں اللہ و رسول صلی اللہ علیہ وسلم
کے خلاف ہیں یاد رکھو جو شریعت کے خلاف کرے گا وہ پیر نہیں ہوسکتا پیر تو رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا
نائب ہوتا ہے کہ جو تعلیم رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے دی ہے اُسکو بصیرت
اور تجربہ کے ساتھ مریدوں تک پہونچاتا ہے تو جو شخص نبی کے خلاف عمل و تعلیم کرتا ہے
تو اُسکو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا نائب کہنا کہاں درست و جائز ہے۔ یہ عجیب بات ہے کہ ہیں تو رسول کے
نائب اور کرتے ہیں رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف۔ بمبئی میں سُنا ہے کہ ایک پیر ایسے تھے جو

عورتوں کو زبردستی اپنے سامنے بلاتے تھے اور کہتے تھے دیکھو جی تم ہم سے اسلئے مرید ہوئی ہو تاکہ قیامت میں تم کو بخشوائیں سو جب ہم تمہیں دیکھیں گے نہیں تو ہم قیامت میں کیسے پہچانیں گے اور کیسے بخشوائیں گے ایک شخص نے اسکے جواب میں خوب کہا کہ قیامت میں تو ننگے اٹھیں گے اور تم نے یہاں اپنی مریدنیوں کو کپڑا پہنے دیکھا ہے تو وہاں ننگیوں کو کیسے پہچانو گے لہذا ان کو بالکل ننگا کرکے دیکھنا چاہئے بس پیر صاحب سے اس کا جواب کچھ نہ آیا اور اپنا سا منہ لیکر رہ گئے۔

ایک پیر کا قصہ

ایک پیر صاحب کی حکایت سنی ہے کہ انہوں نے اپنے ایک مرید سے رخصت کے وقت کہا کہ چند روز کو اپنی بیوی کو یہاں چھوڑ جاؤ وہ غیرت مند آدمی تھا اس نے کہا کہ حضرت یہ تو نہیں ہو سکتا بس پیر صاحب ناراض ہو گئے۔

کانپور کے ایک پیر کا قصہ

کانپور میں ایک پیر اپنے مرید کے یہاں آئے اس نے انکو باہر مردانہ مکان میں ٹھہرا دیا تو وہ خفا ہو گئے کہ ہم کو زنانہ مکان میں کیوں نہ ٹھہرایا آجکل پیروں کے یہاں یہ آفت ہے کہ خود عورتوں کو پردہ نہ کرنے پر مجبور کرتے ہیں۔

صاحبو! یہ پیری مریدی ہے یا رہزنی اور ڈاکہ ہے پیر تو خدا کا مقرب بنانے کیلئے ہوتا ہے مگر ان کی حرکتیں خدا سے دور کرنیوالی ہیں یہ پیر خود خدا سے دور ہیں دوسرے کو کیا مقرب بنائیں گے۔ بیبیو خوب سمجھ لو کہ دین کے کاموں اور احکام شرعیہ کے سوا باقی سب کاموں میں خاوند کا حق پیر سے زیادہ ہے یعنی خاوند اگر ایک کام کا حکم کرے اور پیر اسکو اس لئے منع کرے کہ وہ شریعت کے خلاف ہے تو اس صورت میں خاوند کا حکم نہ مانا جاویگا بلکہ پیر کے حکم کو مانا جاویگا بلکہ یوں کہنا چاہئے کہ شریعت کے حکم کو مانا جاویگا اور شریعت اللہ ورسول صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کو کہتے ہیں تو یوں کہو کہ اللہ ورسول صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے خاوند کا حکم نہ مانا جاویگا اور اسمیں پیروالی عورت اور بے پیری سب برابر ہیں اگر کوئی عورت بے پیری بھی ہو تب بھی اسکو وہی کرنا چاہئے جو اللہ ورسول صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم ہو خلاصہ یہ کہ اللہ ورسول صلی اللہ علیہ وسلم کا حق تو بیشک خاوند کے حق سے زیادہ ہے باقی اور کسی کا حق خاوند سے زیادہ نہیں مگر چونکہ اللہ ورسول صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم عوام کو خود نہیں معلوم ہو سکتا بلکہ علماء و مشائخ کے واسطہ سے معلوم ہوتا ہے تو مجازاً کہہ سکتے ہیں کہ احکام شرعیہ اور دین کی باتوں میں پیر کا حق خاوند سے زیادہ ہے اور اگر خاوند کا حکم دین کے خلاف نہو تو اب اسکے مقابلہ میں کسی کے حکم کو بھی ترجیح نہوگی تو خاوند کا حکم سب سے زیادہ ہوا اسلئے میں نے کہدیا تھا کہ انکے

لئے بجائے بیعت کے پیر کی بیعت کا پیر سب سے افضل ہے اور یہ بیعت کا پیر کیسا اچھا پیر ہے
کہ دین کی درستی بھی کرتا ہے اور کھانے پہننے کو بھی دیتا ہے دین کا بھی متکفل ہے دنیا
کا بھی بیعت کے پیر میں یہ بات کہاں دُنیا کا نفع تو اُن سے کچھ ہو ہی نہیں بلکہ اُن کو
اور گھر سے نذرانے دینا پڑتے ہیں اور دین کا نفع بھی اتنا نہیں ہو سکتا جتنا خاوند سے
ہو سکتا ہے کیونکہ پیر صاحب سے اتنا ہی ہو سکتا ہے کہ جب کبھی اُن سے کچھ پوچھا جاوے
تو بتا دیں گے یا کبھی اُن کے پاس جانا ہو تو کچھ اصلاح ہو جاوے سو اسکی نوبت کہیں برسوں
میں آتی ہے خصوص عورتوں کیلئے اور خاوند تو ہر وقت پاس موجود ہے وہ بات بات
کی نگرانی کر سکتا ہے پس عورتوں کا یہ خیال غلط ہو کہ پیر کا حق خاوند سے زیادہ ہے بلکہ
میں تو یہ کہتا ہوں کہ پیر سے ماں باپ کا حق بھی زیادہ ہے کیونکہ اُنہوں نے تم کو بڑی
محنت مشقت سے پالا اور محض محبت سے پالا ہے کسی عوض کی اُمید پر نہیں پالا اپنی جان
کی پروا نہیں کی اپنے آرام پر بچہ کے آرام کو ترجیح دی۔ یہ بات پیر صاحب میں کہاں ہے
17 وہ تو ذرا سی بات پر خفا ہو جاتے ہیں پھر نذرانہ بغیر مانتے ہی نہیں ہاں وہ قید دین
کی ضرور یاد رکھئے کہ ماں باپ کا حق دین کی باتوں میں پیر سے زیادہ نہیں یعنی اگر ماں
باپ کسی دین کی بات کے خلاف حکم کریں اور پیر کا حکم شریعت کے موافق ہو اس
صورت میں ترجیح پیر کے حکم کو ہوگی اور اسکی حقیقت وہی ہے کہ پیر کا یہ حکم در اصل خدا
و رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم ہے اور خدا و رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کو خاوند اور ماں باپ سب کے حکم پر ترجیح ہے۔ ہاں دین کی
باتوں کے علاوہ دیگر امور میں پیر کے حکم پر ماں باپ کے حکم اور خاوند کے حکم کو ترجیح ہے۔ دیکھو میری
اس تقریر کو خوب سمجھ لینا اسمیں غلطی نہ کرنا بہت لوگ یہ احکام عورتوں کے کانوں تک
اِس لئے نہیں پہنچنے دیتے کہ اس سے پیروں کی وقعت اُنکے ذہن سے کم ہو جاوے گی
مگر مجھے اسکی پروا نہیں مسلمانوں کا دین درست ہونا چاہئے اُن کے دل میں اللہ
و رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی وقعت و عظمت ہونا چاہئے خواہ کسی اور کی ہو یا نہ ہو اس تقریر کو سنکر پیر
صاحبان ضرور خفا ہونگے اور دل میں کہیں گے کہ لو ہمارا زور گھٹا دیا ہم تو پیر تھے ہی اس نے خاوند
کو بھی پیر بنا دیا بلکہ ہم سے بھی بڑا پیر بنا دیا اور ماں باپ کو بھی ہم سے بڑھا دیا میں کہتا ہوں کہ

جب خدا نے ہی انکو بڑھایا ہے تو کسی کا کیا اختیار ہے کہ ان کو گھٹا دے۔ بہرحال میں
یہ کہہ رہا تھا کہ حق تعالیٰ نے جو عورتوں کو محکوم اور خاوند کو حاکم بنایا ہے اس کو سختی اور
ظلم نہ سمجھنا چاہئے بلکہ عورتوں کے حق میں یہ عین رحمت و حکمت ہے کیونکہ تابع ہونیمیں
بڑی راحت ہے اور مساوات میں کبھی نظام اور تمدن قائم نہیں ہوسکتا ہمیشہ جھگڑا اور
فساد ہی ہوتا ہے خوب یاد رکھو کہ دنیا اور دین دونوں کا نظام اسی طرح قائم رہ سکتا ہے
کہ ایک تابع ہو ایک متبوع ہو۔ لوگ آجکل اتفاق و اتحاد کیلئے بڑی لمبی لمبی تقریریں کرتے
ہیں اور تجویزیں پاس کرتے ہیں مگر جڑ کو نہیں دیکھتے یاد رکھو اتفاق و اتحاد کی جڑ یہ ہے
کہ ایک کو بڑا مان لیا جاوے اور سب اُسکے تابع ہوں جس جماعت میں متبوع اور تابع
کوئی نہ ہو سب مساوات ہی کے مدعی ہوں اُن میں کبھی اتحاد نہیں ہوسکتا جب یہ بات
سمجھ میں آگئی تو مساوات کا خیال تو عورتوں کو اپنے دل سے نکال دینا چاہئے کیونکہ یہی
فساد کی جڑ ہے اب دو ہی صورتیں رہیں یا تو عورتیں متبوع ہوں اور مرد تابع یا مرد متبوع
۱۸ اور عورتیں تابع اس کا فیصلہ انصاف کے ساتھ خود عورتوں کو ہی اپنے دل سے کرلینا
چاہئے کہ متبوع بننے کے قابل وہ ہیں یا مرد ہیں سلیم الفطرت عورتیں کبھی اس کا انکار نہیں
کرسکتیں کہ عقل میں اور طاقت میں مرد ہی بڑھے ہوئے ہیں وہی عورتوں کی حفاظت
وحمایت کرسکتے ہیں۔ عورتیں مردوں کی ہرگز حفاظت نہیں کرسکتیں پس مردوں کو ہی متبوع
اور عورتوں کو تابع ہونا چاہئے یہی شریعت کا فیصلہ ہے اور اسی لئے اِس جگہ بھی مردوں کا
ذکر عورتوں سے مقدم کیا گیا چنانچہ فرماتے ہیں من ذکر او انثیٰ اور یہ کیا تھوڑی بات ہے،
کہ اللہ تعالیٰ نے مردوں کے ساتھ ہی عورتوں کا ذکر فرمایا آگے پیچھے کا فرق تو بہت تھوڑا
فرق ہے غرض حق تعالیٰ نے اِس آیت میں عورتوں کی اسقدر ہمت بڑھائی ہو کہ سرسری
نظر سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ بھی مردوں کی برابر ہی ہیں گو میں نے دوسری آیتوں کیوجہ سے
اصل مسئلہ کی تحقیق بیان کردی کہ فی الجملہ دونوں کے رتبہ میں فرق ہے ورنہ اس آیت
سے تو مساوات کا بھی شبہ ہوسکتا ہے گو تقدیم و تاخیر پر نظر کر کے مساوات کے استدلال
کو رد کیا جاسکتا ہے بہرحال اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ہمارے یہاں مرد و عورت دونوں

بعض آیات سے بظاہر مساوات مرد و عورت ثابت ہوتی ہے

اس قانون میں برابر ہیں کہ ہم کسی کا عمل ضائع نکرینگے پھر آگے بعضکم من بعض میں
اسکی اور بھی تائید فرما دی یعنی تم سب ایک دوسرے کے جزو ہو یہ جملہ بمنزلہ تعلیل کے ہے
ماقبل کیلئے کہ مرد و عورت اس قانون میں برابر کیوں نہوں یہ تو آپس میں سب ایک ہی ہیں
ایک ہی نوع کے دونوں افراد ہیں خلقت میں بھی برابر ہیں کیونکہ مردوں کی خلقت عورتوں پر
موقوف ہے اور عورتوں کی خلقت مردوں پر وہ اُنکے لئے سبب ہیں اور یہ اُنکے لئے اس
مقام پر میں ایک علمی اشکال کو رفع کر دینا چاہتا ہوں وہ یہ کہ قرآن مجید میں بعض آیتیں
اس قسم کی بھی ہیں جنسے سرسری نظر میں مردوں اور عورتوں کی مساوات ثابت ہوتی ہے
مثلاً ومن لم یستطع منکم طولا ان ینکح المحصنات المؤمنات فمن ماملکت ایمانکم
من فتیاتکم المؤمنات واللہ اعلم بایمانکم بعضکم من بعض جس کا حاصل یہ ہے کہ
اوپر محرمات کا بیان تھا اُسکے بعد بیان فرمایا کہ انکے سوا جن عورتوں سے چاہو نکاح کر سکتے ہو
ہاں مہر دینا ہوگا اور جنکو آزاد عورتیں میسر نہوں بوجہ اُنکے اخراجات زیادہ ہونے کے
19 تو اُنکو چاہئے کہ مسلمان لونڈیوں سے نکاح کر لیں واللہ اعلم بایمانکم بعضکم من بعض
اور تمہارے ایمان کا پورا علم تو اللہ تعالیٰ کو ہی ہے (لیکن ظاہری ایمان کے اعتبار سے)
تم سب ایک دوسرے سے بنے ہو غرض یہاں بھی وہی لفظ ہے بعضکم من بعض یعنی
تم سب ایک ہی ہو مگر یہ آیت اپنے سیاق سے مساوات میں بظاہر اُس سے زیادہ صاف ہے
پہلی آیت میں تو اجر کا بیان ہو رہا ہے یعنی فاستجاب لھم ربھم (الخ) بعضکم
من بعض کے ساتھ اس کا بھی بیان ہے کہ مساوات اس بات میں ہے کہ کسی کا عمل
ضائع نہ کیا جاوے گا چاہے مرد ہو یا عورت عدم اضاعت عمل میں سب مساوی ہیں مگر
اس آیت میں بظاہر کوئی بھی قید نہیں کہ کس بات میں مساوات ہے بس مطلقاً فرما دیا
بعضکم من بعض پھر مساوات بھی ایسی عام کہ لونڈی باندی کو آزاد مسلمانوں کے ساتھ
غرض اس آیت سے بھی بظاہر عدم تفاوت ثابت ہوتا ہے گو جواز نکاح میں بعض ائمہ
قول پر من کل الوجوہ مساوات نہ ہو کیونکہ آیت میں یہ قید لگی ہوئی ہے کہ جسکو آزاد عورتوں کی
مقدرت نہو وہ باندیوں سے نکاح کرے معلوم ہوا کہ آزاد عورت اور باندی برابر نہیں سو یہ

تفاوت ایک امر خاص میں ہی ہو اُس مساوات میں حارج نہیں جسکو میں ثابت کرنا چاہتا ہوں کیونکہ خاص خاص صفات میں تو مردوں میں بھی تفاوت ہو سکتا ہے مثلاً بڑے چھوٹے میں یا امیر غریب میں باپ بیٹے میں عالم جاہل میں وغیرہ وغیرہ سو اس قسم کا تفاوت قابل اعتبار نہیں۔ آخر بعضکم من بعض کچھ تو معنی ہیں۔ ایک آیت اور یاد آئی یہ ولھن مثل الذی علیھن بالمعروف یعنی عورتوں کے حقوق بھی ویسے ہی ہیں جیسے اُنکے ذمہ مردوں کے حقوق ہیں۔ یہ وہ آیات ہیں جنسے عورتوں کی مساوات مردوں سے مفہوم ہو سکتی ہی مگر اسکے ساتھ دوسری آیتوں کو بھی ملانا چاہئے جنمیں مردوں کی فوقیت عورتوں پر ثابت ہوتی ہے چنانچہ ارشاد ہے الرجال قوامون علی النساء بما فضل اللہ بعضھم علی بعض نیز ارشاد ہے وللرجال علیھن درجۃ ط اور یہ آیات مردوں کی فوقیت اور فضیلت ثابت کرنے میں بالکل صریح ہیں اور جن آیات سے مساوات ثابت ہوتی ہے وہ اس مدلول میں صریح نہیں بلکہ قرائن مقامیہ سے خاص امور میں مساوات بتلاتی ہیں چنانچہ انی لا اضیع عمل عامل منکم من ذکر او انثی بعضکم من بعض میں عدم اضاعت عمل میں مساوات بتلائی گئی اور واللہ اعلم بایمانکم بعضکم من بعض میں انسانیت اور آدمیت یا ایمان میں مساوات بتلائی گئی ہے کہ باندی کو حقیر نہ سمجھو تم سب آدم وحوا کی اولاد ہو یا سب اہل ایمان ہو اور ولھن مثل الذی علیھن بالمعروف کا مطلب یہ ہے کہ عورتوں کے حقوق بھی لزوم و وجوب میں مردوں کے حقوق کی برابر ہیں گو باعتبار نوعیت کے دونوں کے حقوق میں تفاوت ہو ورنہ مساوات کلی کا نتیجہ یہ ہوگا کہ عورتوں پر بھی مردوں کیلئے مہر اور نان نفقہ لازم ہو حالانکہ کوئی اسکا قائل نہیں باقی اس سے انکار نہیں کہ بعض حقوق اور بعض امور میں یعنی حقوق مشترکہ میں عورتیں مردونکی برابر ہیں وہ ایسی گھٹیا نہیں ہیں جیسا مردوں نے انہیں سمجھ رکھا ہے مگر افسوس آجکل ہم عام طور سے یہ شکایت سُنتے ہیں کہ غریب عورتیں کہتی ہیں کہ مردوں کے تو کیا کچھ حقوق ہمارے اوپر ہیں اور ہم بالکل جانوروں کی طرح اُنکے ہاتھ میں ہیں کہ وہ ماریں پیٹیں یا ذبح کریں ہم کچھ نہیں بول سکتے پس سُن لو کہ اللہ سبحانہٗ کیا فرماتے ہیں اور مرد بھی سُن لیں ذرا کان کھول لیں کہ حق تعالیٰ

ایک اور آیت بثبوت مساوات

۵۲

فرماتے ہیں کہ جیسے ان کے اوپر مردوں کے حقوق ہیں ویسے ہی ان کے بھی مردوں پر
ہیں پھر یہ کہنے کی گنجایش کہاں رہی کہ ہم جانوروں کی طرح ہیں اس شکایت کی اصل وجہ
یہ ہے کہ مردوں نے اُن کے کان میں اتنا ہی ڈالا ہے کہ ہمارے حقوق تمہارے اوپر
اسقدر ہیں اور یہ بات بالکل اُن کے کان تک نہیں پہنچائی کہ تمہارے بھی کچھ حقوق
ہمارے اوپر ہیں اور عام مرد تو ایسی بات اُن کے کان تک کیوں ہی پہنچنے دیتے کیونکہ
اپنے خلاف ہی مگر غضب تو یہ ہے کہ واعظ صاحبان نے بھی کبھی اِس مضمون کو بیان
نہیں کیا جب بیان کیا تو یہی کہ عورتیں ایسی بُری ہیں اُن میں یہ عیب ہے اور وہ عیب ہے
عورتیں تو سرتاپا عیب ہی عیب ہیں گویا دوزخ ہی کیلئے پیدا ہوئی ہیں اس سے بیچاری
عورتیں یہ سمجھ گئیں کہ ہم ایسی بُری ہیں اور سرتاپا عیب ہیں تو ہمارے حقوق مردوں کے
ذمہ کیا ہوتے بس یہی بہت ہے کہ ہم کو نان ونفقہ دیدیا جاوے۔ صاحبو جب اللہ تعالیٰ
نے اُن کے حقوق مقرر فرمائے ہیں تو اُن کو کون بدل سکتا ہے مرد اگر انکا حق نہ دینگے تو
۲۱ حق العبد کے گنہگار ہونگے جو آیتیں میں نے پڑھیں دیکھ لیجئے کس قدر صاف ہیں اس باب
میں اور اُن سے کسقدر حقوق عورتوں کے ثابت ہوتے ہیں صرف نان نفقہ ہی عورت
کا حق نہیں ہی بلکہ یہ بھی حق ہو کہ اسکی دلجوئی کیجائے حدیث میں استوصوا بالنساء خیرا
فانماھن عوان عندکم یعنی عورتوں سے اچھا برتاؤ کرو کیونکہ وہ تمہارے پاس مثل قیدی کے

لـه پوری حدیث یہ ہے۔ الا واستوصوا بالنساء خیرا فانماھن عوان عندکم لیس تملکون منہن شیئا غیر ذالک الا ان یأتین بفاحشۃ مبینۃ فان فعلن فاھجروھن فی المضاجع واضربوھن ضربا غیر مبرح فان اطعنکم فلا تبغوا علیہن سبیلا الا ان لکم علی نسائکم حقا وللنساء کم علیکم حقا فحقکم علیہن ان لا یوطئن فرشکم من تکرھون الا وحقہن علیکم ان تحسنوا الیہن فی کسوتہن وطعامہن۔
ترجمہ۔ سن لو میری نصیحت عورتوں کے ساتھ بھلائی کرنے کے متعلق قبول کرو کیونکہ سوا اس کے کچھ نہیں کہ وہ تمہارے پاس قید ہیں اس سے زیادہ کچھ اختیار تم کو اُنپر نہیں ہو لیکن وہ اگر کوئی نامناسب کام کریں تو اُن کو الگ سلاؤ اور اگر یہ کافی نہو تو اُنکو مارو مگر سخت مار نہو پھر اگر وہ مطیع ہو جاویں تو اُنکو کچھ نہ کہو سن لو کہ کچھ تمہارے حق عورتوں پر ہیں اور کچھ حقوق عورتوں کے تمہارے اوپر ہیں تمہارے حق عورتوں پر یہ ہیں کہ تمہارے فرش پر کسی ایسے شخص کو نہ بٹھلادیں جسکو تم ناگوار سمجھتے ہو یعنی گھر میں بلا اجازت کسی کو آنے نہ دیں۔ سن لو انکا حق تمہارے اوپر یہ بھی ہے کہ اُن کو اچھی طرح کھانے پہننے کو دو ۱۲۔ کاتب

ہیں اور جو شخص کسی کے ہاتھ میں قید ہو ہر طرح اُسکے بس میں ہو اسپر سختی کرنا جوانمردی
کے خلاف ہے۔ دلجوئی کے معنی یہ ہیں کہ کوئی بات ایسی نہ کرو جس سے اُسکا دل دُکھے
دل کو تکلیف ہو بیبیو! اِس سے زیادہ اور وسعت کیا چاہتی ہو۔ نان نفقہ وغیرہ ضابطہ
کے حقوق کو تو سب جانتے ہیں اور وہ محدود حقوق ہیں لیکن دلجوئی ایسا مفہوم ہے جسکی
تحدید نہیں ہو سکتی کہ جس بات سے عورتوں کو اذیت ہو وہ مت کرو بھلا اسکی تحدید
کیسے ہو سکتی ہے اب کہا جاسکتا ہی کہ عورت کے حقوق غیر محدود ہیں اس حدیث میں
ایک اور نکتہ پر متنبہ کرتا ہوں کہ لفظ عوانٍ سے پردہ بھی ثابت ہوتا ہی کیونکہ مقید ہو کر رہنے
ہی کا نام تو پردہ ہے نیز پردہ اس سے بھی ثابت ہوتا ہو کہ پردہ کا منشا حیا ہی اور حیا
عورت کیلئے امر طبعی ہی اور امر طبعی کے خلاف پر کسی کو مجبور کرنا باعث اذیت ہی اور اذیت
پُہنچانا دلجوئی کے خلاف ہی پس عورتوں کو پردہ میں رکھنا انپر ظلم نہیں ہی بلکہ حقیقت میں
دلجوئی ہے اگر کوئی عورت اسکو بجائے دلجوئی کے ظلم سمجھے تو وہ عورت نہیں اُس سے اسوقت
۲۲ کلام نہیں یہاں اُن عورتوں سے بحث ہی جنہیں عورتوں کی فطری حیا موجود ہو بیحیاؤں کا ذکر نہیں
افسوس ہم ایسے زمانہ میں ہیں جسمیں فطری امور کو بھی دلائل سے ثابت کرنا پڑتا ہی۔ صاحبو! پردہ
اول تو عورت کیلئے فطری امر ہی دوسرے مصالح عقلیہ بھی اسی کے مقتضی ہیں کہ عورتوں کو پردہ میں
رکھا جائے مگر آجکل بعض ناعاقبت اندیش پردہ کے پیچھے پڑے ہوئے ہیں میں بقسم کہتا ہوں
کہ پردہ کے توڑنے میں قطع نظر خلاف شرع اور گناہ ہونیکے اتنی خرابیاں ہیں کہ آج جو
عقلاء پردہ کی مخالفت کرتے اور پردہ اُٹھا دینے کی کوششیں کرتے ہیں اُن خرابیوں کو
دیکھ کر بعد میں خود ہی یہ تجویز کرینگے کہ پردہ ضرور ہونا چاہئے مگر اسوقت بات قابو سے
نکل چکی ہو گی ابتو بنی بنائی بات ہے اسکو نہیں بگاڑنا چاہئے پھر پچھتائینگے اور کچھ بھی نہو سکیگا
آجکل ایسا مذاق بگڑ گیا ہی کہ کوئی پردہ کو خلاف فطرت کہتا ہی کوئی قید اور حبس بیجا کہتا ہے
ایک مسلمان انجنیر تھے اُن سے ایک پادری انجنیر نے کہا کہ مسلمان مذہب بہت اچھا ہے
اُسمیں سب خوبیاں ہیں سوا اسکے کہ عورتوں کو قید میں رکھا جاتا ہے۔ مسلمان انجنیر نے کہا
کہاں؟ ہم نے تو کسی مسلمان عورت کو قید میں نہیں دیکھا۔ کیا وہی قید جسکا نام تم نے پردہ

پردہ کا عقلی اور نقلی ثبوت

پردہ رکھا ہے قید کے لفظ پر یاد آیا کہ ایک انگریز نے بہاولپور میں شاہی محلات کی سیر کی تو یہ داد دی کہ ہاں مکانات تو بہت اچھے ہیں مگر مہذب جیلخانے ہیں (خیر مہذب جیل خانے تو نہیں ہیں) تو ان مسلمان انجنیر صاحب نے پادری سے کہا کہ پہلے آپ یہ بتلائیے کہ قید کس کو کہتے ہیں حقیقت یہ ہے کہ قید حبس خلاف طبع کو کہتے ہیں اور جو حبس خلاف طبع نہ ہو اُسکو قید ہرگز نہ کہیں گے ورنہ پاخانہ میں جو آدمی پردہ کر کے بیٹھتا ہے اُسکو بھی قید کہنا چاہئے کیونکہ پاخانہ میں آدمی تمام آدمیوں کی نگاہوں سے چھپ جاتا ہو سب سے الگ ہوجاتا ہے مگر اُسکو کوئی قید نہیں کہتا کیونکہ یہ حبس خلاف طبع نہیں بلکہ موافق طبع ہے اسلئے کوئی یہ نہیں کہتا کہ آج ہم اتنی دیر قید میں رہے اور فرض کرو اگر اُسی پاخانہ میں کسیکو بلا ضرورت بند کر دیا جاوے کہ باہر سے زنجیر لگا دیں اور ایک پہرہ دار کھڑا کر دیا جاوے اور اُس سے کہدیا جاوے کہ خبردار یہ آدمی یہاں سے نکلنے نہ پاوے تو اس صورت میں بے شک یہ حبس خلاف طبع ہوگا اور اسکو ضرور قید کہیں گے اور اس صورت میں بند کرنیوالے پر حبس بیجا کا مقدمہ قائم ہوسکتا ہے بتلائیے اِن دونوں صورتوں میں فرق کیا ہے؟ فرق صرف یہ ہو کہ پہلی صورت میں حبس خلاف طبع نہیں اور دوسری میں خلاف طبع ہو پس ثابت ہوا کہ مطلق حبس کو قید نہیں کہہ سکتے بلکہ حبس خلاف طبع کو کہتے ہیں پس آپ کو پہلے یہ تحقیق کرنے کی ضرورت ہے کہ مسلمان عورتیں جو پردہ میں رہتی ہیں وہ اُنکی طبیعت کے موافق ہی یا خلاف اسکے بعد یہ کہنے کا حق تھا کہ پردہ قید ہے یا نہیں میں آپ کو مطلع کرتا ہوں کہ پردہ مسلمان عورتوں کے خلاف طبع نہیں ہے کیونکہ مسلمان عورت کیلئے حیاء امر طبعی ہے لہذا پردہ حبس موافق طبع ہوا اور اُسکو قید کہنا غلط ہے اُن کی حیاء کا مقتضا یہی ہے کہ پردہ میں مستور رہیں بلکہ اگر اُنکو باہر پھرنے پر مجبور کیا جاوے یہ خلاف طبع ہوگا اور اسکو قید کہنا چاہئیے غرض عوان کے لفظ سے پردہ ثابت ہوتا ہو مگر نہ ایسا پردہ جو قید کا مصداق ہو یعنی پردہ تو ضرور ہو مگر پردہ میں اُسکی دلجوئی کے سامان بھی مہیا ہوں یہ نہیں کہ میاں صاحب نماز کو جاویں تو باہر سے تالا لگا کر جائیں کسی سے اُسکو ملنے نہ دیں نہ اُسکی دُسرا ہست کا سامان کریں بلکہ مردوں کو لازم ہے کہ پردہ میں عورتوں کی دلچسپی کا ایسا سامان مہیا کریں

۲۳ ف: مسلمان عورت کے لئے پردہ قید نہیں ہے

ف: [illegible]

کہ انکو باہر نکلنے کی ہوس ہی نہو سمجھنے کی بات ہے کہ اگر مردوں کو کسی وقت وحشت ہوتی ہو تو باہر جا کر ہمجنسوں میں دل بہلا سکتے ہیں بے چاری عورتیں پردہ میں اکیلی کس طرح دل بہلائیں تم کو چاہئے کہ یا خود اُسکے پاس بیٹھو یا تم کو فرصت نہیں ہے تو کسی اُسکی ہمجنس عورت کو اُسکے پاس رکھو اگر کسی وقت کسی بات پر شکوہ شکایت بھی کرے تو معمولی بات پر بُرا مت مانو تمہارے سوا اُس کا کون ہے جس سے وہ شکایت کرنے جائے اُسکی شکایت کو ناز محبت پر محمول کرو کیونکہ ہماری عورتوں میں محبت کا مادہ اسقدر ہے کہ سچ مچ عشق کا مرتبہ ہے۔ کانپور میں دیکھا گیا ہے کہ بعضی عورتوں نے خاوند کے ظلم اور مارپٹائی سے تنگ آکر قاضی جی کے یہاں جا کر طلاق لینے کی درخواست کی قاضی جی نے کوشش کر کے طلاق دلوادی ساری عمر کی مصیبتوں اور مارپٹائی کی وجہ سے طلاق لے تو لی مگر طلاق کے وقت زار زار روتی تھیں اور یہ حالت تھی کہ ابھی مرجائینگی یا زمین پھٹ جائے تو اُسمیں سما جائیں گی۔ عورتوں کی یہ بات بہت قابلِ قدر ہے کہ اُن کو خاوند سے عشق ہوتا ہے پھر کیا اُسکی یہی قدر ہے کہ اُن کو تکلیف دیجائے یا ذرا ذرا سی ناگواری پر اُن کو الگ کر دیا جائے۔ کسی نے خوب کہا ہے ؎ ۲۴

آنرا کہ بجائے تست ہر دم کرمے　　　عذرش بنہ ار کند بعمرے ستمے

کہ جس سے ہر وقت راحت پہنچے اُس سے کسی وقت اذیت بھی پہنچے تو چشم پوشی کرنا چاہئے۔ حضرت لقمان علیہ السلام نے جو حکیم تو سب کے نزدیک ہیں اور بعض کے نزدیک پیغمبر بھی ہیں ایک باغ میں نوکری کر لی (اس سے سبق لینا چاہئے کہ حلال پیشہ کو حقیر نہ سمجھنا چاہئے) مالک باغ ایک روز باغ میں آیا اور اُسنے ککڑیاں منگائیں اور اُسکو تراش کر ایک ٹکڑا اُن کو دیا یہ بے تکلف بکر بکر کھاتے رہے اُسنے یہ دیکھکر کہ یہ بڑے مزے سے کھا رہے ہیں یہ سمجھا کہ یہ ککڑی نہایت لذیذ ہے ایک قاش اپنے منہ میں بھی رکھ لی تو وہ کڑوی زہر تھی فوراً تھوک دی اور بہت منہ بنایا پھر کہا اے لقمان! تم تو اس ککڑی کو بڑے مزے سے کھا رہے ہو یہ تو کڑوی زہر ہے۔ کہا جی ہاں کڑوی تو ہے کہا پھر تم نے کیوں نہیں کہا کہ یہ کڑوی ہے۔ کہا میں کیا کہتا مجھے یہ خیال ہوا کہ جس ہاتھ سے ہزاروں

عورتوں کو خاوند سے عشق ہوتا ہے

حضرت لقمان علیہ السلام کی حکایت

دفعہ مٹھائی کھائی ہے اگر اُس ہاتھ سے ساری عمر میں ایک دفعہ کڑوی چیز ملی تو اُس کو کیا
مُنہ پر لاؤں۔ یہ ایسا اصول ہے کہ اگر اسکو میاں بیوی دونوں یاد رکھیں تو کبھی لڑائی
جھگڑا نہو اور کوئی بدمزگی پیش نہ آوے بیوی یاد کرے کہ میاں نے ہزاروں طرح کے ناز
میرے اُٹھائے ہیں ایک دفعہ سختی کی تو کچھ بات نہیں اور خاوند خیال کرے کہ بیوی
ہزاروں قسم کی خدمتیں میری کرتی ہے ایک بات خلاف طبع بھی سہی حق تعالیٰ نے
بھی یہ مضمون قرآن شریف میں ارشاد فرمایا ہے۔ مردوں کو غور کرنا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ
نے کس عمدہ پیرایہ میں عورتوں کی سفارش کی ہو فرماتے ہیں۔ وعاشروھن بالمعروف
فان کرھتموھن فعسیٰ ان تکرھوا شیئاً ویجعل اللہ فیہ خیرا کثیرا یہ ہے کتاب اللہ
کہ اُسکی ایک ایسی تعلیم کو دیکھکر عقل سلیم والا کہہ اُٹھیگا کہ بے شک قرآن کتاب اللہ ہے
فرماتے ہیں عورتوں کے ساتھ اچھا برتاؤ کرو اور اگر کسی وجہ سے وہ تم کو ناپسند ہوں تو
ممکن ہے کہ تم کو کوئی چیز ناپسند ہو اور اگر اللہ تعالیٰ اُسمیں بہت بھلائیاں رکھدیں۔ ظاہر
ہے کہ ناپسند ہونا کسی وجہ ہی سے ہوگا اور زیادہ تر عورتوں کے ناپسند ہونے کی وجہ یہ
ہوتی ہے کہ اُنکے اخلاق اچھے نہیں ہوتے اور یہ بات مرد کے لئے باعث اذیت ہے۔
مگر اللہ تعالیٰ کا گویا وعدہ ہے کہ عورتوں کی بد اخلاقی وغیرہ کو بھی خیر کثیر کا سبب بنادینگے
اللہ تعالیٰ حکیم ہیں وہ سب کچھ کر سکتے ہیں مثلاً اُس سے اولاد ہی ہو جائیگی جو قیامت میں
اس شخص کی دستگیری کرے گی (کیونکہ قیامت میں ایسا بھی ہوگا کہ کسی شخص کے گناہ
اس قدر ہونگے جسکی وجہ سے اُسکو دوزخ میں ڈال دینے کا حکم ہوگا مگر اُسکا کوئی بچہ صغیر
سن مر گیا ہوگا وہ کہیگا کہ میں اُسوقت تک جنت میں نہ جاؤنگا جب تک میرا باپ نہ جائیگا
چنانچہ اُسکی خاطر سے باپ کو جنت مل جائیگی حدیث میں اس قسم کی خبریں بکثرت آئی ہیں۔
کاتب) نیز عورتوں کی زبان درازی کی صورت میں خیر کثیر اس طرح بھی ہو سکتی ہے کہ
مرد اُسکی ایذا رسانی پر صبر کرے اور صبر کی جزا جنت ہے ہی اور جنت کا خیر کثیر ہونا ظاہر
ہے کیونکہ دنیا میں جو عورت سے تکلیف پہنچی وہ تھوڑی تھی چند روزہ تھی اور اُس کے
عوض جو راحت آخرت میں حاصل ہوگی وہ یقیناً زیادہ ہوگی کیونکہ وہ باقی اور

ناپسند عورتوں کی صفات شرعی تعلیم

۲۵

عورتوں کی بد اخلاقی خیر کثیر کا سبب

قیامت میں اولاد والدین کو بخشوائے گی

دائمی ہوگی تو عورتوں کا سبب خیر کثیر ہونا صحیح ہو گیا ان صورتوں میں مرد کو چاہئے کہ حق
تعالے کے اس وعدہ پر نظر رکھے اور بیوی کی بداخلاقی پر نظر نہ کرے مگر اس کا
یہ مطلب نہیں کہ بیوی کو روک ٹوک بھی نہ کرے اِصلاح ضرور کرے مگر نرمی کے ساتھ
اور کبھی دھمکانا بھی بُرا نہیں مگر ستاوے نہیں اور زیادہ دھمکانا بھی اچھا نہیں
جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے اخلاق بیبیوں کے ساتھ ایسے عجیب تھے
کہ آجکل کے مدعیان تہذیب شاید حیرت کریں مگر ہمیں اُنکی حیرت و استعجاب
کی پروا نہیں ہم اُنکی بیوقوفی پر ہنسیں گے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات واقعات کو
کسی کی نکتہ چینی کے خوف سے مخفی نہ رکھیں گے۔ ہمارا مذہب ایسا نہیں جسکی باتوں کو چھپا
چھپا کر رکھا جاوے ہم علی رؤس الاشہاد اُنکو پیش کرنا چاہتے ہیں کیونکہ دنیا میں سب
لوگ بیوقوف ہی نہیں بستے بہت سے اہل عقل بھی دُنیا میں موجود ہیں جو اُن باتوں کی قدر
کرینگے کیونکہ ان واقعات سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ ہمارے حضور صلے اللہ علیہ
۲۶ وسلم میں بناوٹ اور تصنع نام کو بھی نہ تھا اور یہ خاص دلیل ہے آپ کے سچا ہونیکی
بناوٹ اور تصنع سے جھوٹا آدمی خالی نہیں رہ سکتا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے یہ اخلاق
تھے اپنی بیبیوں کے ساتھ حضرت عائشہ رضؓ چونکہ سب بیبیوں سے کم عمر تھیں تو آپ اُنکی عمر کے
موافق اُنکی دلجوئی فرمایا کرتے تھے چنانچہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم ایک مرتبہ اُنکے ساتھ دوڑے
بھی ہیں چونکہ حضرت عائشہ رضؓ بچی اور چھریرے بدن کی تھیں اور حضور صلے اللہ علیہ وسلم
بڑی عمر کے تھے آپ کا جسم مُبارک بھاری ہو چکا تھا اس دوڑ میں حضرت عائشہ رضؓ
حضور صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے آگے نکل گئیں کچھ عرصہ کے بعد حضور صلے اللہ
علیہ وسلم پھر ایک مرتبہ دوڑے اِس مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم آگے نکل گئے کیونکہ اب
حضرت عائشہ رضؓ کا بدن ذرا بھاری ہو گیا تھا عورتیں بہت جلد بھاری ہو جاتی ہیں ان کا
نشو و نما جلدی ہوتا ہے اِس وقت یہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم سے آگے نہ نکل سکیں
تو حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ اس کا بدلہ ہے کہ تم پہلے آگے نکل گئی تھیں
سُبحان اللہ کیا ٹھکانا آپ کے اخلاق کا۔ میرے متعلقین میں ایک شخص ہیں جو مجھ سے

حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے اخلاق بیبیوں کے ساتھ

بیعت بھی ہیں ان میں متانت اور سنجیدگی زیادہ ہے جہاں بیٹھتے ہیں بڑے وقار کے ساتھ بیٹھتے ہیں کیا مجال جو ہنسی آجاوے یا کسی سے کھل کر بات بھی کر لیں ایک دفعہ اسکے متعلق میں نے یہ تقریر کی کہ یہ سنجیدگی ہمیں پسند نہیں۔ آدمی کو چاہئے کہ ہنستا بولتا رہے یہ کیا کہ ہر وقت منہ چڑھا ہوا ہے ایسے آدمی سے کسی کو اُنس نہیں ہوتا آپ نے اس کا نام وقار رکھا ہے مگر در اصل یہ کبر ہے۔ بھلا حضور صلے اللہ علیہ وسلم سے زیادہ کون باوقار ہوگا مگر حضور صلے اللہ علیہ وسلم خندہ پیشانی تھے صحابہؓ کے ساتھ بولتے تھے لوگ جس قسم کی بات چیت کرتے حضور صلے اللہ علیہ وسلم بھی اس میں شریک رہتے۔ ہمارا وقار حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وقار سے زیادہ نہیں ہو سکتا۔ میری عادت ہے کہ میں مدرسہ میں بیٹھکر دوستوں کے سامنے اپنے گھر کے واقعات وحالات بھی کہہ ڈالتا ہوں (یعنی مخالفوں کے سامنے نہیں) اس سے بھی اُن صاحب کو اختلاف تھا وہ کہتے تھے کہ گھر کی باتیں مجمع میں بیان کرنا خلاف متانت ہے۔ اُنہوں نے تو یہ بات خیر خواہی سے کہی ہوگی لیکن میں اسکو غلط سمجھتا ہوں میں نے کہا مولانا متانت اسکو نہیں کہتے متانت بھی وہی ہے جو
۲۷ سنت سے ثابت ہو آپ اس متانت کی بدولت بعض سنتوں سے محروم ہیں اچھا سچ سچ بتاؤ کبھی تم نے اس سنت پر بھی عمل کیا ہے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے یعنی بی بی کے ساتھ دوڑنا اور بحمد اللہ مجھے یہ دولت نصیب ہوئی ہے ہم نے اس سنت پر عمل کیا ہے تم اس متانت ہی میں رہو گے جسکی بدولت سنت معاشرت مع الازواج پر کبھی عمل نصیب نہ ہوگا یہ متانت نہیں بلکہ تکبر ہے یہ اپنے آپ کو بڑا سمجھنا ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حالت یہ تھی کہ بکری کا دودھ اپنے ہاتھ سے دوہ لیتے ترکاری کاٹ لیتے اور گھر کے کاموں میں گھر والوں کی مدد فرماتے الحمد للہ اسپر بھی ہمیں عمل کی توفیق ہوئی ہے۔ حضرت باد رکھئے طریق سنت یہ ہے کہ مسلمان سیدھا سادہ رہے بڑا بنکر نہ رہے یہ کیا کہ جہاں بیٹھیں ایسے بیٹھیں جیسے مجمع کے سردار ہیں ہمارے حضور صلے اللہ علیہ وسلم تو اس طرح مل جل کر رہتے تھے کہ مجمع میں کوئی یہ بھی تمیز نہیں کر سکتا تھا کہ سردار کون ہے۔ گھر کے اندر یہ حالت تھی کہ بعض دفعہ بیبیاں روٹھ جائیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم ٹالدیتے ایک مرتبہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم

ف: زیادہ وقار کبھی اچھا نہیں

ف: متانت خلاف سنت مذموم ہے

ف: حضور صلے اللہ علیہ وسلم سب سے مل جل کر رہتے تھے

بیبیوں سے روٹھ گئے ایک دفعہ ایسا ہوا کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر آئے تو دروازہ
میں سے حضرت عائشہ رضؓ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ چلا چلا کر بات کرتے ہوئے سنا غصہ
آیا جب اندر پہنچے تو صاحبزادی (عائشہؓ) سے کہتے ہیں میں بھی سن رہا ہوں کہ تو حضور صلی اللہ علیہ
وسلم کے سامنے زور سے بول رہی ہے یہ کہکر طمانچہ مارنے کو ہاتھ اٹھایا فوراً حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے
روک لیا جب حضرت صدیقؓ چلے گئے تو حضور حضرت عائشہؓ سے فرماتے ہیں دیکھا میں نے تمکو
کیسا بچا لیا ورنہ پٹ گئی ہوتیں۔ ایک دفعہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو معلوم ہوا کہ بعض ازواج
مطہرات حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے زور سے بولتیں اور ضد کے ساتھ فرمائشیں
کرتی ہیں وہ آئے تو اسوقت حضرت عائشہ رضؓ اور حضرت حفصہ رضؓ (حضرت عمر کی بیٹی) موجود تھیں
انکو ڈانٹا کہ تم ڈرتی نہیں ہو۔ دوسری عورتوں کی ریس میں تم نے بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم
کے سامنے زور زور سے بولنا شروع کیا ہے یاد رکھو ہلاک ہو جاؤ گی (ازواج کا یہ زور زور سے
بولنا اس وجہ سے تھا کہ وہ جانتی تھیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس سے ناراض نہوں گے ورنہ
۲۸ رفع صوت حضور صلی اللہ علیہ کے سامنے سخت معصیتع تھا) قصہ افک میں جب حضرت
عائشہ رضؓ کی برائت میں وحی نازل ہوئی تو انکے والدین نے ان سے کہا قومی الیہ یعنی حضور
صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جاؤ اور آپ کا شکریہ ادا کرو تو آپ فرماتی ہیں لا واللہ لا اقوم
الیہ ولا احمد الا اللہ ھو الذی انزل براءتی او کما قال یعنی نہیں واللہ میں تو نہیں اٹھتی
نہ میں کسی کا شکریہ ادا کروں سوا اللہ کے اسی نے میری براءت نازل فرمائی۔ ظاہر میں یہ کتنا
سخت لفظ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے منہ ہی پر کہتی ہیں کہ میں تو نہیں اٹھتی نہ میں کسی کا
شکریہ ادا کروں مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اصلا ملال نہوا کیونکہ ناز محبوبانہ تھا۔ ایک مرتبہ
حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہؓ سے فرمایا کہ میں پہچان جاتا ہوں جب تم مجھ سے
ناراض ہوتی ہو عرض کیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کس طرح پہچان لیتے ہیں۔ فرمایا جب تم راضی
ہوتی ہو تو اپنی بول چال میں یوں کہتی ہو لا ورب محمد اور جب ناراض ہوتی ہو تو یوں کہتی ہو
لا ورب ابراہیم (اسوقت رب محمد نہیں کہتی) کہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم واقعی آپ کا خیال

[حضرت عائشہؓ کا قصہ]

ع سورہ حجرات میں بہ تصریح یہ مسئلہ موجود ہے اور رفع صوت پر حبط اعمال کی وعید ہے ۱۲ کاتب

ٹھیک ہے مگر میں غصہ کی حالت میں بھی صرف آپ کا نام ہی چھوڑ دیتی ہوں یعنی دل سے آپ کو نہیں بھولتی۔ جیسا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت عائشہ رض کے ساتھ بہت تعلق تھا حضرت عائشہ رض بھی سب سے زیادہ آپ کی عاشق تھیں ان ہی کا یہ شعر ہے ؎

لواحی زلیخا لو رائین جبینہ   لآثرن بالقطع القلوب علی الید

حضرت عائشہ رض حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عاشق زار تھیں مگر پھر بھی کبھی اینٹھ جاتیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کچھ نہ کہتے کیونکہ درحقیقت یہ ناراضی نہیں تھی بلکہ ناز تھا یہ ایسا ہے جیسے کبھی رعایا بادشاہ سے خفا ہو جاتی ہے اور وہ ان کو سزا نہیں دیتا بلکہ ان کے کہنے کے موافق کر دیتا ہے اس سے یہ نہ سمجھنا چاہیئے کہ وہ انتقام سے عاجز ہے بلکہ نہایت درجہ شفیق ہے اور رعایا کی ناز برداری کرتا ہے یہ ہے طرز معاشرت سنت کے موافق اب جو لوگ متانت و وقار کو لئے پھرتے ہیں وہ اسی میں رہیں۔ ہم نے ایک والی ملک کی زیارت کی ہے (انکا نام نہیں لیتا ہوں) وہ اس قدر خلیق اور نرم تھے کہ ان کی بیوی کبھی کبھی ان کو پیٹ بھی لیتی تھیں۔ خیر یہ تو واہیات ہے کہ میاں بیوی کے ہاتھ سے پٹا کرے مگر اس سے یہ تو معلوم ہوا کہ وہ کس قدر خلیق تھے؟ ورنہ ۲۹
ایک کے دو لگاتے یہ بی بی صاحب کی بدتمیزی تھی کہ وہ میاں پر ہاتھ اٹھاتی تھیں اور میاں کا ڈھیلا پن تھا کہ بی بی کو اتنا گستاخ کر دیا گیا تھا صرف نواب صاحب کی وسعت اخلاق دکھلانے کے لئے یہ حکایت زبان پر آگئی باقی بیوی کے ہاتھوں سے پٹنا پٹانا تو بڑا واہیات ہے میرا مطلب یہ ہے کہ بیوی پر اپنا رعب اتنا نہ بڑھانا چاہیئے کہ میاں بالکل ہوا ہی ہو جاوے کہ ادھر میاں نے گھر میں قدم رکھا اور بی بی کا دم فنا ہوا ہوش و حواس بھی جاتے رہے بیچاری کے منہ سے کوئی بات نکلی یا کوئی چیز مانگی اور ڈانٹ ڈپٹ شروع ہو گئی کہ تم بہت فضول خرچ ہو اس چیز کی کیا ضرورت تھی اس چیز کی کیا ضرورت ہے بعض لوگ ضروری کھانے پینے میں بھی عورت پر تنگی کرتے ہیں اور اسی کے لئے اصول مقرر کرتے ہیں مثلاً چار آنے روز سے زیادہ نہ دیں گے چاہے کوئی مہمان آوے یا کوئی بیمار ہو جاوے بات بات پر کہتے ہیں کہ بس اس سے زیادہ نہ ملے گا بھلے مانس عورت تو اہل وصول ہے اہل اصول نہیں ہے۔ تم بڑے اہل اصول ہو تو ذرا اپنی ذات کیلئے پابندی کر کے دکھلاؤ اپنے واسطے تو کوئی رقم نہ آنہ چار آنہ یا روپیہ کی مقرر کرو کہ اس سے

بیوی کے خرچ میں تنگی

زیادہ کسی حال میں خرچ نہ کروگے خواہ بیماری ہو یا شادی یا غمی ہو یا کوئی آفت ناگہانی مثلاً کوئی
مقدمہ آپ کے سر پڑ جاوے پھر دیکھیں گے آپ اصول کی پابندی کہاں تک کرتے ہیں سب
اصول رکھے رہ جائیں گے ذرا سی دیر میں سینکڑوں روپیہ پر پانی پھر جاوے گا پھر غریب
بیوی کی کے ساتھ ہی کیوں اصول بگھارتے ہو۔ میں یہ نہیں کہتا کہ عورتوں کو فضول خرچی
کی اجازت دیدی جائے بلکہ مطلب یہ ہے کہ خدا نے جتنی وسعت تمکو دی ہے جیسا تم
اپنی ذات کے لئے خرچ کرتے ہو ویسا ہی اس کو بھی خرچ کرنے دو۔ شریعت کی تعلیم یہ
ہے کہ جہاں تک ممکن ہو عورت کو راحت دو اس کو پریشان اور تنگ مت کرو نان نفقہ
فراغت کے ساتھ دو اس کی دلجوئی کرو اس کی بہت سی ایذاؤں پر صبر کرو اور حق تعالیٰ
کے اس وعدہ پر نظر رکھو فان کرھتموھن فعسٰی ان تکرھوا شیئاً ویجعل اللہ فیہ خیراً کثیراً
مسلمانوں کو بیبیوں کے ساتھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے طرز عمل و معاشرت کی موافق
عمل کرنا چاہیے متانت وغیرہ کو بالائے طاق رکھنا چاہیئے۔ متانت وہی ہے جو حضور
صلی اللہ علیہ وسلم کے اعمال و افعال میں ہے خوب سمجھ لو۔ بیان یہ ہو رہا تھا کہ قرآن ۳۰
میں عورتوں اور مردوں کے متعلق آیتیں مختلف مضامین کی آئی ہیں ایک وہ آیت ہے
جس کا بیان ہو رہا ہے جس سے مردوں عورتوں کی تساوی معلوم ہوتی ہے اور
بعض آیتوں سے اس کے خلاف ثابت ہوتا ہے مثلاً وللرجال علیھن درجۃ کہ
مردوں کا درجہ عورتوں سے زیادہ ہے اس کے آگے ہے۔ واللہ عزیز حکیم یہ جملہ
تعلیلیہ ہے جس کا حاصل یہ ہوا کہ اس فضیلت میں تعجب کی کوئی بات نہیں کیونکہ یہ اللہ
کی دی ہوئی ہے۔ جو غالب ہیں ان کے حکم کو کوئی روکنے والا نہیں اور یہ حکم نرا حاکمانہ
بھی نہیں کیونکہ وہ حکیم بھی ہیں انہوں نے جو کچھ بھی حکم دیا ہے حکمت سے خالی نہیں ہو سکتا
لہٰذا کچھ چون و چراں کی گنجائش نہیں ایک آیت اور یاد آئی وہ یہ ہے۔ ولا تتمنوا ما فضل
اللہ بہ بعضکم علیٰ بعض للرجال نصیب مما اکتسبوا وللنساء نصیب مما اکتسبن۔
جس کا شان نزول یہ ہے کہ ایک دفعہ حضرت ام سلمہ نے حسرت کے ساتھ تمنا کی کہ
کاش ہم بھی مرد ہوتے تو مردوں کی طرح جہاد کرتے۔ اس پر یہ آیت اتری جس میں

عورت کو حتی المقدور تنگ نہ کیا جاوے۔

مسئلہ تساوی میں بظاہر نصوص میں تعارض ہے۔

حق تعالیٰ نے ایسی تمنا کرنے سے منع فرمایا ہے اس ممانعت کا عنوان یہ ہے کہ ہم نے جو تم میں سے بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے اس کی تمنا ایک دوسرے کو نہ کرنی چاہیئے اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ مردوں کو عورتوں پر فضیلت ہے اور اسی لئے تو حضرت ام سلمہؓ نے مرد ہونے کی تمنا کی تھی۔ آگے اس آیت میں ہے للرجال نصیب مما اکتسبوا وللنساء نصیب مما اکتسبن۔ یعنی مردوں کو ان کے عمل کی جزا ملے گی اور عورتوں کو ان کے عمل کی اس جملہ میں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ مدار عمل پر ہے اور جب مدار عمل پر ہے تو اگر عورت عمل زیادہ کرے تو مرد سے بھی بڑھ سکتی ہے۔ حاصل یہ کہ یہ تین آیتیں ہیں ایک سے تساوی ثابت ہوتی ہے مرد و عورت میں اور ایک سے فضیلت مردوں کو عورتوں پر اور ایک سے یہ کہ عورت مرد سے بھی بڑھ سکتی ہے۔ ان آیتوں میں کسی ظاہر بین کو تعارض کا شبہ ہو سکتا ہے مگر حقیقت میں تعارض نہیں ہے اور اس کا فیصلہ خود قرآن کی آیتوں میں موجود ہے اور یہ خاص شان ہے قرآن کی کہ یفسر بعضہ بعضاً یعنی قرآن اپنی شرح خود کرتا ہے اس کو دیکھ کر بے اختیار زبان پر آتا ہے ؎

آفتاب آمد دلیل آفتاب
گر دلیلت باید ازوے رومتاب

سورج کے وجود کی دلیل یہی ہے کہ دیکھ لو سورج نکلا ہوا ہے اور دلیل کیا ہوتی ہے یہی قرآن کی شان ہے کہ جہاں کوئی اشکال پیدا ہو غور کرو وہیں اس کا حل بھی ہوگا اب آیتوں میں غور کیجئے پہلے میں ایک قاعدہ بیان کرتا ہوں اس کو سمجھ لیجئے پھر دیکھئے کہ آیتوں میں تعارض کہاں رہا وہ قاعدہ یہ ہے کہ فضائل دو قسم کے ہیں ایک خلقی اور ایک مکتسب خلقی کہتے ہیں پیدائشی کو اور مکتسب کہتے ہیں ان صفات کو جو اختیار اور کسب سے حاصل ہوتی ہیں تو صفات خلقیہ میں تو مرد عورتوں سے بڑھے ہوئے ہیں جیسے کمال عقل شجاعت قوت عمل تدبیر ان ملکات میں حق تعالیٰ نے مردوں کو عورتوں پر فضیلت دی ہے۔ عورت چاہے کیسی ہی امیرزادی ہو کتنی ہی حسین جمیل ہو چونکہ ان صفات میں وہ مردوں سے گھٹی ہوئی ہے اس لئے فرمایا گیا وللرجال علیھن درجۃ اور جو صفات مکتسب ہیں یعنی جو حاصل ہوتی ہیں ارادہ اور عمل اور اختیار سے جیسے اصلاح اخلاق و اعمال وغیرہ ان میں نہ مرد کو

۳۱

صفات و افعال دو قسم ہیں خلقی و مکتسب

بڑھا ہوا کہہ سکتے ہیں نہ عورت کو بلکہ جو زیادہ کام کرے اور اخلاق فاضلہ اختیار کرے گا وہی بڑھا ہوا ہو گا اگر مرد کوشش کرے گا تو مرد بڑھ جاوے گا عورت کوشش کرے گی تو عورت بڑھ جاوے گی یہ حاصل ہے للرجال نصیب مما اکتسبوا وللنساء مما اکتسبن کا ان دونوں کے علاوہ ایک قسم فضیلت کی اور ہے جس کو اصطلاح میں فضیلت اضافی کہنا چاہئے کیونکہ اس فضیلت کا منشاء خالق وعید کا تعلق ہے یعنی عمل کرنے والے کا عمل ضائع نہ ہونا سو یہ ایک قاعدہ کلیہ ہے اس میں مرد و عورت دونوں مساوی ہیں عمل کسی کا ضائع نہ ہوگا یہ اور بات ہے کہ ہر عامل کے عمل میں تفاوت ہو لیکن اس قانون میں مساوات رہے گی کہ کسی کا عمل ضائع نہ ہوگا۔ حاصل یہ کہ تین قسم کے فضائل ہوئے فضائل خلقیہ اور فضائل مکتسبہ اور فضائل اضافیہ اول میں مرد بڑھے ہوئے ہیں۔ دوسرے میں کبھی مرد بڑھے ہوئے ہوں گے کبھی عورتیں تیسرے میں دونوں برابر ہیں اب جو فضائل خلقیہ ہیں ان کی تمنا کرنا اور نہ حاصل ہونے پر دل شکستہ ہونا فضول بات ہے جیسے عورتیں یوں کہیں کہ کاش ہم بھی مرد ہوتے اور اس حسرت میں رات دن رویا کریں تو اللہ تعالیٰ اس سے منع فرماتے ہیں ولا تتمنوا ما فضل اللہ بہ بعضکم علی بعض کیونکہ جو چیز محض وہبی ہے اور ہمارے اختیار کو اس میں کچھ بھی دخل نہیں نہ ہم اس کو اپنی سعی و کوشش سے حاصل کر سکتے ہیں تو اس کے لئے رونا رنج کرنا بیہودہ حرکت نہیں تو اور کیا ہے؟ سوائے تضییع وقت کے اس میں کچھ بھی نہیں پھر اس کی دھن میں آدمی دوسرے ضروری کاموں سے بھی رہ جاتا ہے جن کا حصول اختیاری ہے تو کون عقلمند اس صورت کو پسند کرے گا کہ وہبی غیر اختیاری کے فکر میں رات دن مریں اور اس کے لئے رویا کریں اور تعطل سے مضرت میں پڑیں پس شریعت کی یہ تعلیم عین مطابق عقل اور بالکل صحیح تعلیم ہے کہ ایسی باتوں کی فکر میں مت پڑو جو تمہارے اختیار سے باہر ہیں مثلاً کوئی رات دن اس رنج میں رویا کرے کہ ہائے ہم نبی نہ ہوئے تو یقیناً احمق ہے کیونکہ نبوت تو ایک وہبی چیز ہے کسب سے کسی طرح حاصل نہیں ہو سکتی تو رونے سے کیا فائدہ؟ اور فضائل مکتسبہ میں تمنا کرنا جائز ہے مگر صرف تمنا کرنا کافی نہیں بلکہ عمل کسب اور ہمت کی ضرورت ہے اس کے متعلق ارشاد فرماتے ہیں۔ للرجال نصیب مما اکتسبوا وللنساء

فضائل مکتسبہ کی تمنا جائز ہے

نام کتاب	قیمت
یادگار مدینہ	۳ر
سفرنامہ حجاز	۱۲ر
معین القرآن	۴ر
قاعدہ نورانی کلاں	۲ر
دلائل الخیرات مجلد	عہ
جواہر القرآن	۱۲ر
حزب البحر مترجم	۲ر
حقیقت الصلوٰۃ	۴ر
رسالہ تجہیز و تکفین	۴ر
زواجر ہندی آدم فی الحدیث	۱۲ر
مفتاح الجنۃ	۱۳ر
مالابد منہ	۱۲ر
ترکیب الصلوٰۃ	۶ر
صبح کا ستارہ	۸ر
فضائل الشہور والصیام	۸ر
قیامت نامہ بہشت نامہ	۲ر
[illegible]الغافلین	عمہ
زینۃ النساء	۶ر
راہ نجات	۴ر
کنز المصلی	۴ر
الجواب المتین	۸ر
اخبار و جرائد کی مذہبی ضرورت	۲ر
الحدیث	۳ر
اللہ خدائی فارسی	۱ر
نیک بیبیاں	۱۴ر
تعلیم الاسلام کامل	عہ
تعبیر نامہ خواب	۵ر

نام کتاب	قیمت
آمدنامہ	۳ر
ضرور المسلمین	۴ر
تفسیر موضح القرآن کامل	عہ
جواہر خمسہ کامل	عمہ
نصیحۃ المسلمین	۴ر
تفسیر سورہ یوسف	عمہ
زبانی حساب	۳ر
رفیق سفر	۱ر
رحمۃ رضوان	۳ر
رانڈوں کی شادی	۳ر
طب یونانی	۸ر
کاغذات کارروائی	
عدالت بخط شکست	۸ر
الفضل الجزیل	۵ر
فارسی نامہ	۲ر
صابون سازی	۴ر
ضرب التقلید	۸ر

(بقیہ مواعظ مولانا تھانوی)

نام کتاب	قیمت
اجر الصیام من غیر الصرام	۸ر
العشر بفتح العین	۶ر
نشر الرحمۃ	۳ر
ہفت اختر مجموعہ	
سات مواعظ	ے
غریب الدنیا	۶ر
آثار المربع	۱۱ر
رغبۃ المرغوبہ	۸ر
تفسیر غیب حضرت مجدد	۲ر

مواعظ حضرت مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ

نام کتاب	قیمت
التبشیر	۵ر
دعوات عبدیت اول	عہ
تکمیل الانعام صوری	
توزیع الانعام	۴ر
التحصیل والتسہیل	
التکمیل والتعدیل	۶ر
تواصی بالحق	۸ر
تواصی بالصبر	۴ر
الحدود والقیود	۸ر
الحج المبرور	۴ر
الفصل والانفصال	۸ر
النعم المرغوبہ	۴ر
التیسیر للتیسیر	۸ر
التراحم فی التراحم	۴ر
التعرف بالتصرف	۸ر
فناء النفوس فی رضاء القدوس	۹ر
احکام المال	۱۲ر
فناء المحبوب للارض المطلوب	۴ر
الجمعین بین النفعین	۱۰ر
نور النور	۸ر
اصل العبادۃ	۳ر
الصبر بالصبر	۴ر
الارتیاب والاغتیاب	۶ر
اکبر الاعمال	۶ر

نام کتاب	قیمت
دوار الغفلہ	۵ر
الانسداد للفساد	۴ر
الصلوٰۃ فی الصلوٰۃ	۴ر
عمل الشکر	۴ر
نفاق المحبوب	۴ر
بالاخوۃ	۵ر
التثبیت بمراقبۃ المیت	۴ر
الاکرام بالاعلیۃ	
والاعلمیۃ	۴ر
مواساۃ المصابین	۳ر
علو العباد من علوم الرشاد	۴ر
شرط التذکر	۴ر
العشر	۴ر
شکر العطاء	عمہ
رطوبۃ اللسان	۴ر
شفاء العی	۴ر
شعبان فی شعبان	۴ر
خیر الاثاث للاناث	۴ر
العتق من النیران فی رمضان	۳
مثلث رمضان	۴ر
الاجر النبیل علی الصبر الجلیل	۱۰ر
الوصل والفصل	۸ر
النفحات فی الاوقات	۸ر

ملنے کا پتہ کتب خانہ شرفیہ مولوی مسافر خانہ بندر روڈ کراچی